عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۷ | ۲۳ تا ۲۹ شوال ۱۴۳۹ھ مطابق ۸ تا ۱۵ جولائی ۲۰۱۸ء | شمارہ: ۲۶

عید الفطر کے بعد حج کی تیاری

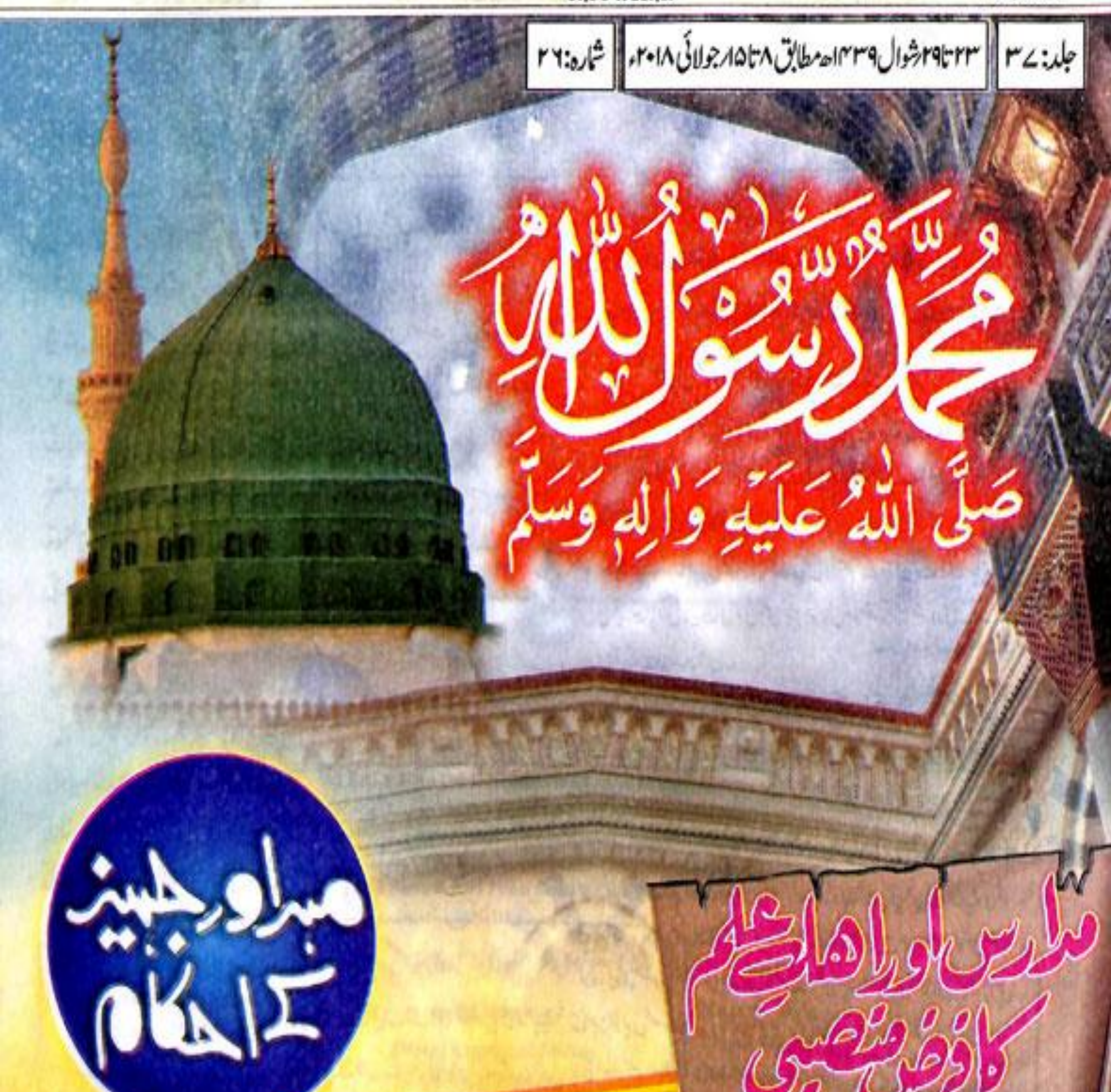

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

غیر شرعی وصیت پورا کرنا جائز نہیں

س:......اگر کوئی یہ وصیت کردے کہ میرے مرنے کے بعد میری لاش کو ہسپتال میں دے دیا جائے تاکہ ڈاکٹر لوگ اپنی پریکٹس کرسکیں اور میرے گردے، آنکھیں وغیرہ کسی کے کام آ جائیں۔ کیا ایک مسلمان کو اس طرح اپنا جسم ہسپتال کے لئے وقف کردینا جائز ہے؟ اور مسلمانوں کے لئے اس وصیت پر عمل کرنا جائز ہے؟ اگر کوئی کافر ایسی وصیت کر جائے تو ایک مسلمان کے لئے اس پر عمل کرنا جائز ہے؟

ج:......یہ وصیت قابل عمل نہیں، ایسی وصیت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ نہ ڈاکٹروں کے لئے نہ ہی کسی دوسرے مسلمان کے لئے، اگر کوئی غیر مسلم یہ وصیت کرے تو بھی کسی مسلمان کے لئے اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ میت کی آنکھ وغیرہ یا کوئی عضو اس کے جسم سے علیحدہ کرنا ہرگز جائز نہیں اور نہ ہی تجربہ اور پریکٹس کے لئے چیر پھاڑ کرنا جائز ہے۔

عذر کی بناء پر روزہ توڑ دینے والے پر صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں

س:......ایک شخص کو گردے میں تکلیف رہتی ہے، اس کو ڈاکٹر نے گردے کی تکلیف کی وجہ سے روزہ رکھنے سے منع کیا تھا، لیکن اس نے پھر بھی روزہ رکھ لیا، جب پیشاب میں شدید تکلیف ہوئی تو اس نے پانی پی کر روزہ توڑ لیا، اب کیا حکم ہے شریعت میں کہ کیا اس شخص کو ساٹھ روزے رکھنا ہوں گے یا ایک روزہ کی قضا کرنا ہوگی؟

ج:......اگر مذکورہ شخص واقعتاً سخت تکلیف میں مبتلا تھا اور پانی نہ پینے سے مزید تکلیف بڑھنے کا خدشہ تھا، اس لئے اس نے پانی پی لیا تو ایسے شخص پر اس روزے کی صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ (۶۰ روزے) لازم نہ ہوگا۔

سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا

س:......کیا روزہ میں سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

ج:......جی ہاں! روزے کی حالت میں سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی۔ اگر معلوم تھا کہ روزہ میں سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، پھر بھی سگریٹ پی لی تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

مہر کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار

س:......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہر کی شرعاً کم از کم مقدار کیا ہے اور زیادہ سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے؟ اور یہ کہ کون سی اشیاء ہیں جو مہر بننے کے قابل ہیں؟

ج:......شرعاً مہر کی کم از کم مقدار دس درہم کے وزن کے برابر چاندی یا اس کی قیمت یا اتنی مالیت کی کوئی بھی چیز جو مال ہو مقرر کرنا ضروری ہے۔ اس سے کم مقرر کرنا درست نہیں۔

آج کے حساب سے دس درہم کا وزن تقریباً تین تولہ چاندی یا اس کی مالیت ہے اور زیادہ سے زیادہ کی حد شریعت نے مقرر نہیں کی بلکہ یہ فریقین کی مرضی اور رضا پر موقوف ہے جتنا چاہیں مقرر کرسکتے ہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ مہر بہت زیادہ بڑھا کر مقرر نہ کیا جائے تاکہ شوہر پر اس کو ادا کرنا مشکل نہ ہوجائے۔ اس لئے شریعت میں بہت زیادہ مہر مقرر کرنے کو پسند نہیں کیا گیا، کیونکہ یہ کوئی فخر کی چیز نہیں بلکہ یہ عورت کا حق ہے۔ اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ مہر فاطمی مقرر کرو، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی ازواج مطہرات کا اور اپنی صاحبزادیوں خصوصاً سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا یہی مہر مقرر فرمایا تھا جو کہ پانچ سو درہم ہے اور آج کے حساب سے تقریباً ایک سو بتیس تولہ چاندی یا اس کی مالیت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۷ ۲۳تا۲۹رشوال المکرم ۱۴۳۹ھ مطابق ۸تا۱۵رجولائی ۲۰۱۸ء شمارہ:۲۶

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

مجلہ الواقعہ کراچی (اشاعت خصوصی برائے ختم نبوت)	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۸	ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم
عیدالفطر کے بعد حج کی تیاری	۱۰	مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
مدارس اور اہل علم کا فرض منصبی	۱۱	مولانا سید بلال حسنی ندوی
مہر اور جہیز کے احکام	۱۴	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
نومسلم عرفان محمود برق کی روئیداد...	۱۶	انٹرویو: عظمت علی رحمانی
حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کا سفر آخرت	۲۰	شورش کاشمیریؒ
معتمد اور غیر معتمد تفاسیر (۳۳)	۲۳	مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ
نزول عیسیٰ علیہ السلام (۳۶)	۲۵	حافظ عبیداللہ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ڈالر
فی شمارہ ۱۰روپے، ششماہی: ۲۲۵روپے، سالانہ: ۴۵۰روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) **IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019**
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT **0010010964710018**
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) **IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018**
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بنیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

علم اور امر بالمعروف

حدیث قدسی ۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی کہ جو شخص طلب علم کے لئے چلا تو میں اس پر جنت کا راستہ آسان کردوں گا اور جس کی میں نے دو آنکھیں لے لیں تو ان کے بدلے میں اس کو جنت عطا کروں گا اور علم کی زیادتی عبادت کی کثرت سے بہتر ہے اور دین کی اصل تو پرہیزگاری ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

حدیث قدسی ۲: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ارشاد فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ فلاں فلاں شہر کو اس کی آبادی کے ساتھ الٹ دے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے پروردگار! اس شہر میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے کبھی ایک لحہ کے لئے بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس شہر کو اس شخص پر اور اس کی آبادی پر پلٹ دے، کیونکہ اس شخص کا جس کو تو نے ذکر کیا ہے، میری وجہ سے کبھی ایک گھڑی بھی چہرہ متغیر نہیں ہوا۔ (بیہقی) مطلب یہ ہے کہ خود تو گناہ نہیں کرتا تھا، لیکن گناہوں پر کبھی ناراضگی کا اظہار بھی نہیں کیا کرتا تھا اور گناہگاروں کو گناہ سے منع نہیں کرتا تھا۔

حدیث قدسی ۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نیک باتوں کا حکم کرو اور بری باتوں سے لوگوں کو بچاؤ، اس سے پیشتر کہ تم مجھ کو پکارو اور میں قبول نہ کروں اور تم مجھ سے مانگو اور میں تم کو نہ دوں اور تم مجھ سے طلب کرو اور میں تمہاری مدد نہ کروں۔ (دیلمی) مطلب یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کام کو چھوڑ دینے کی وجہ سے میں تم سے ناراض ہوجاؤں اور تمہاری درخواست پر توجہ نہ کروں۔

حدیث قدسی ۴: حضرت ثعلبہ بن حکم رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا فیصلہ کرنے کی غرض سے جب کرسی پر جلوہ فگن ہوگا تو علماء سے فرمائے گا کہ میں نے تم کو اپنا علم اور اپنا قلم صرف اسی سے عطا فرمایا ہے کہ میرا ارادہ یہ تھا کہ تمہاری مغفرت کروں خواہ تم کسی حالت پر بھی ہو اور مجھے کچھ پروا نہیں۔ (طبرانی) یعنی تمہاری خطاؤں پر تم سے مواخذہ کئے بغیر محض علم کی برکت سے تم کو بخش دوں تو مجھے اس مغفرت پر کسی کی پروا نہیں، یعنی مجھ سے کوئی پوچھنے والا نہیں۔

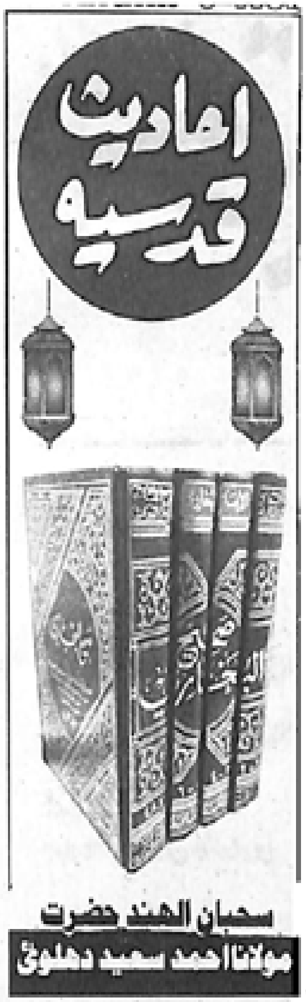

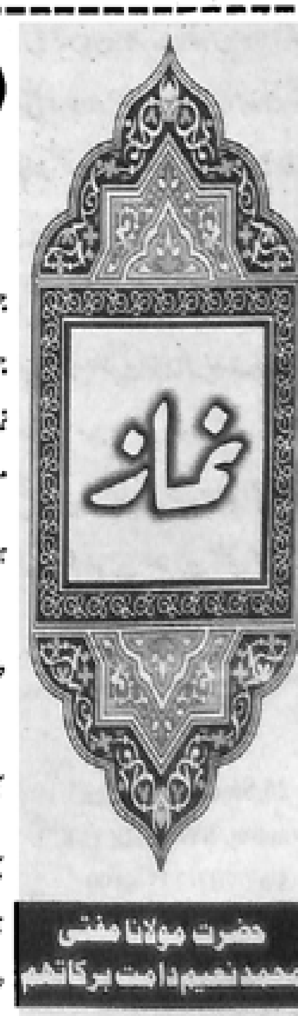

جماعت کی نماز

س:...... جماعت سے نماز پڑھنے کا کیا مطلب ہے؟

ج:...... کسی بھی نماز کو دو یا دو سے زائد آدمی مل کر پڑھیں تو اسے جماعت کہتے ہیں۔ شریعت نے پنج وقتہ اور بعض دوسری نمازوں کو جماعت سے پڑھنے کا حکم دیا ہے اور فقہائے کرام نے اس جماعت کی نماز کے قرآن وحدیث کی روشنی میں احکامات بتلائے ہیں، جن پر امت مسلمہ پہلے دن سے عمل کررہی ہے اور مسلسل ہر زمانے میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے اور ان شاء اللہ یہ عمل قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

س:...... جماعت کی نماز کے لئے کم سے کم کتنے لوگوں کی ضرورت ہے؟

ج:...... جمعہ اور عیدین کی نماز کے علاوہ کم از کم دو لوگوں کا کسی بھی جماعت کے لئے ہونا ضروری ہے کہ ایک ان میں امام یعنی نماز پڑھانے والا ہو اور دوسرا مقتدی یعنی اس امام کی اقتدا میں نماز پڑھنے والا ہو۔ جمعہ اور عیدین کی نماز میں امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کا ہونا ضروری ہے جو ابتدا سے تکمیل تک امام کے پیچھے نماز میں شامل رہیں۔

س:...... جماعت کی نماز کی فقہی حیثیت شریعت نے کیا بتلائی ہے؟

ج:...... جماعت سے نماز پڑھنا احناف کے نزدیک مردوں کے لئے واجب ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت کے دن اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر حاضر ہو وہ ان نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے، جہاں اذان ہوتی ہے (یعنی مسجد میں) اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسی سنتیں جاری فرمائیں جو سراسر ہدایت ہیں، ان میں سے یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں، اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے تو تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے چھوڑنے والے ہوگے اور یہ سمجھ لو کہ اگر تم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دوگے تو گمراہ ہوجاؤ گے اور ہم تو اپنا یہ حال دیکھتے تھے کہ جو شخص کھلم کھلا منافق ہو وہ تو جماعت سے رہ جاتا تھا ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عام منافقوں کی بھی جماعت چھوڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی یا وہ شخص جماعت سے رہ جاتا تھا جو سخت بیمار ہو ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے گھسٹتا ہوا جاسکتا تھا وہ بھی صف میں کھڑا کردیا جاتا تھا۔

محمد اعجاز مصطفیٰ

اداریہ

مجلّہ الواقعۃ کراچی (اشاعت خصوصی برائے ختم نبوت)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا آخری نبی اور رسول ماننا امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے، جسے عقیدۂ ختم نبوت کہا جاتا ہے۔ جو قرآن کریم کی سو آیات، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو سو دس سے زائد احادیث سے ثابت ہے۔ امت مسلمہ نے ہر دور میں اس عقیدہ کی حفاظت کی ہے۔ برصغیر میں جب سے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو امت کے ہر طبقے نے اپنی استطاعت کے مطابق اس کی تردید کی اور اس کے کفریہ عقائد کو آشکارا کرکے اہل اسلام کے ایمان کو بچانے میں اپنا حصہ ڈالا۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ کتاب ہے جو حال ہی میں مجلّہ الواقعہ کراچی نے اشاعت خصوصی برائے ختم نبوت کے نام سے شائع کی ہے۔ تبصرہ کے لئے یہ کتاب بھیجی گئی تھی، اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اس پر جو تبصرہ کیا گیا ہے، اسے اداریہ کے طور پر ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔

مجلّہ الواقعہ کراچی کے مدیر اور اس کے کارپرداز ان مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں اس خصوصی اشاعت برائے ''ختم نبوت'' کا اہتمام کیا ہے، جس میں بہت ہی اہم اور عمدہ مضامین کا انتخاب کیا گیا ہے۔

اس خصوصی اشاعت کو سات عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے: ۱:... عقیدۂ ختم نبوت، ۲:... عقیدۂ ختم نبوت اور سلسلہ کذابین، ۳:... مرزا غلام احمد قادیانی اور قادیانیت، ۴:... عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ میں خدمات، ۵:... عقیدۂ ختم نبوت آئین وقانون کی روشنی میں، ۶:... عقیدۂ ختم نبوت اور فرائضِ امت، ۷:... حصہ انگریزی۔

مدیر موصوف اپنے اداریہ میں یہ بات بجا طور پر لکھتے ہیں کہ:

''عقیدۂ ختم نبوت کا نظریہ مسلمانوں کی ہیئت اجتماعی کے لئے موت وحیات کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ محض ایک عقیدہ نہیں جسے مسندِ دل پر مقام تقدیس عطا کردیا جاتا ہے، یہ ایک زندہ نظریہ ہے جو اپنی ہمہ گیر تاثیر رکھتا ہے۔ اس نظریے کی یہی زندگی، اس امت اور گزشتہ امتوں کے درمیان مابہ الامتیاز ہے.... امت مسلمہ کو اپنا یہ فخر سلامت رکھنا ہے تو عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ لازم ہے۔ یہ تحفظ فرائض امت کے اہم ترین مقاصد میں سے ایک ہے اور اسلامی وحدت کی بقا ختم نبوت ہی پر منحصر ہے۔''

اس کے بعد لکھتے ہیں:

''عقیدۂ ختم نبوت مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے اور اس عظیم فخر میں ہر مسلمان یکساں شریک ہے۔ کوئی مسلمان عقیدۂ ختم نبوت کا اقرار کئے بغیر مسلمان نہیں رہ سکتا۔ ایسے میں کسی بھی طبقے کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر اپنی اجارہ داری قائم کرے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی نے عقیدۂ ختم نبوت پر نقب زنی کی مذموم کوشش کی تھی تو ہر طبقۂ فکر سے تعلق رکھنے والے ہر مسلمان نے اس کی مخالفت کی۔ تمام مکاتب فکر کے اکابر آگے بڑھے اور انہوں نے اس دجال کاذب کے دعویٔ نبوت کی سختی سے تردید کی۔ آج مسلکی

عصبیت اور فرقہ وارانہ تعصب کے زیر اثر ایک طبقہ دوسرے طبقے کی خدمات کا اعتراف نہیں کرتا اور ہر طبقہ اپنے طبقے کے اکابر کے ذخیرہ حسنات کو محض اپنے طبقے کی خدمات باور کراتا ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، علامہ انور شاہ کشمیری رحمہم اللہ تعالیٰ کو دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث کے خانوں میں دیکھنا خود ان کی خدمات کو چھوٹا بنا دینا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ان بزرگوں نے اپنی ایمانی غیرت کا تقاضا سمجھ کر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا فریضہ انجام دیا ہے۔ جس نے عقیدۂ ختم نبوت کی چوکیداری کی، وہ سب ہی امت کے محسن ہیں۔ اس میں کسی قسم کی تفریق غیر مناسب ہے۔ اس اتفاق میں ہرگز دراڑ نہ ڈالی جائے، ورنہ اسلامی وحدت کا سارا تصور مجروح ہو کر رہ جائے گا۔ اس عقیدے کے خلاف سازشیں کرنے کے لئے عالم کفر کے نمائندے کم نہیں ہیں۔ ہمیں شعوری یا غیر شعوری طور پر ان کے کارندموم کا حصہ نہیں بننا چاہئے اور اس ضمن میں کی جانے والی ایسی ہر کوشش کو جو وحدت اسلامی کے تصور کو مجروح کرے، سختی سے مسترد کر دینا چاہئے۔''

اگرچہ مجلّہ کے ٹائٹل پر یہ بات لکھی گئی ہے کہ: ''ادارے کا مضمون نگار کی آراء سے اتفاق ضروری نہیں'' لیکن مجلّہ کی اشاعت خاص اور وہ بھی ''ختم نبوت'' کے عنوان سے، اس میں تو ضروری ہے کہ اس میں کوئی ایسا مضمون شامل نہیں ہونا چاہئے، جس میں کوئی کمزور یا خلاف واقعہ کوئی بات تحریر ہو۔

اس اشاعت خاص میں اگرچہ اکثر مضامین عمدہ، پُر مغز، مدلل اور باحوالہ ہیں، لیکن چند جگہوں پر کچھ سقم اور کمزوری ہے۔ اسی طرح اردو تعبیرات میں بھی کہیں کہیں ایک نئی طرز اپنائی گئی ہے۔ مثلاً: ص:۵ پر یہ جملہ کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے اپنی ''وحی اور الہام'' کا آخری مخاطب بنایا''، حالانکہ وحی اور الہام میں فرق ہے۔ وحی کا آنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند ہے، لیکن الہام تو بند نہیں، وحی خاصہ انبیاء ہے، لیکن الہام خاصہ انبیاء نہیں، جیسا کہ لکھا ہے:

''وحی صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے اور کسی بھی غیر نبی کو خواہ وہ تقدس اور ولایت کے کتنے بلند مقام پر ہو، وحی نہیں آسکتی۔ البتہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے بعض خاص بندوں کو کچھ باتیں بتا دیتا ہے، اسے ''کشف'' یا ''الہام'' کہا جاتا ہے۔ کشف اور الہام میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے یہ فرق بیان فرمایا ہے کہ کشف کا تعلق حسیات سے ہے، یعنی اس میں کوئی چیز یا واقعہ آنکھوں سے نظر آجاتا ہے اور الہام کا تعلق وجدانیات سے ہے، یعنی اس میں کوئی چیز نظر نہیں آتی، صرف دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی ہے، اسی لئے عموماً الہام کشف کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہوتا ہے۔ (فیض الباری، ج:۱، ص:۱۹)

اسی بنا پر انبیاء علیہم السلام کی وحی سو فیصد یقینی ہوتی ہے اور اس کی پیروی فرض ہے، لیکن اولیاء اللہ کا الہام یقینی نہیں ہوتا، چنانچہ نہ وہ دین میں حجت ہے اور نہ اس کا اتباع فرض ہے، بلکہ اگر کشف، الہام یا خواب کے ذریعے کوئی ایسی بات معلوم ہو جو قرآن وسنت کے معروف احکام کے مطابق نہیں ہے تو اس کے تقاضے پر عمل کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (الاعتصام للشاطبی، ج:۱، ص:۳۵۱، علم الکلام، ص:۳۹، ۴۰، تالیف مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

حافظ تورپشتی ''المعتمد'' میں فرماتے ہیں کہ الہام انبیاء اور الہام اولیاء میں فرق ظاہر ہے۔ انبیاء کا الہام قطعی ہوتا ہے۔ جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام معصوم عن الخطا ہوتے ہیں، اسی طرح ان کا الہام بھی معصوم عن الخطا ہوتا ہے، بخلاف الہام اولیاء کے کہ وہ ظنی ہوتا ہے اور خطا سے معصوم نہیں ہوتا، یہ فرق ایسا ہی ہے جیسا کہ انبیاء اور اولیاء کے رُؤیائے صالحہ میں، انبیاء کا رُؤیائے صالحہ وحی ہوتا ہے، اولیاء کا نہیں۔ امام ربانیؒ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

''والہام کہ اولیاء راہست مقتبس از انوار نبوت است واز برکات وفیوض متابعت انبیاء است علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔''

(مکتوب:۲۳، ج:۳، ص:۴۱)

ترجمہ: ''اور اولیاء کا الہام انوار نبوت سے ماخوذ ہوتا ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کی متابعت کے فیض اور برکت سے ہوتا ہے۔''

فافہم واستقم!

یعنی جس طرح مومنین کا ایمان اور ان کی دیگر صفات مثلاً زُہد و ورع، قناعت و توکل، رضا و تسلیم وغیرہ وغیرہ انبیائے کرام علیہم السلام ہی کے ایمان اور صفات کا ایک عکس ہوتا ہے، مومنین کے ایمان اور ان کے زُہد و ورع کو انبیائے کرام علیہم السلام کے ایمان اور زُہد و ورع سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ اسی طرح

الہام مومنین کو الہام انبیاء سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ الہام مومنین تو الہام انبیاء کا ایک ادنیٰ سا پرتو اور عکس ہوتا ہے، یہ کہاں اس کے ہمسر ہو سکتا ہے؟ این الثریٰ من الثریا....!

نیز الہام اولیاء فقط کسی بشارت یا تفہیم پر مشتمل ہوتا ہے اور الہام انبیاء میں امرونہی اور احکام الٰہیہ جو بندوں کے متعلق ہوں، وہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر اپنے الہام کی تبلیغ واجب ہے اور اولیاء پر نہیں، بلکہ اُس کا اخفا اولیٰ ہے، جب تک کوئی ضرورت شرعیہ ودینیہ داعی نہ ہو۔ (علم الاحکام، ص:۱۶۵، تالیف: مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)۔" (فتاویٰ ختم نبوت، ج:۱، ص:۱۱۴-۱۱۵، حاشیہ)

اسی طرح ص:۵ پر لکھا ہے: ہر مدعی نبوت کاذب کو "کیفر انجام" تک پہنچایا، حالانکہ محاورہ "کیفر کردار" تک پہنچانا ہے۔ اسی طرح صفحہ ۶ پر ان بزرگوں نے "اپنے ایمانی غیرت" کا تقاضا سمجھ کر، حالانکہ "اپنی ایمانی غیرت" کا تقاضا سمجھ کر استعمال ہوتا ہے۔

اسی طرح ص:۱۱ پر لکھا ہے: "لیکن اس وقت (نزول کے بعد) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی نہیں ہوں گے، بلکہ افراد امت محمدیہ میں سے ایک فرد ہوں گے۔"

حالانکہ اس سے آگے ص:۲۸ کے حاشیہ میں روح المعانی کے حوالہ سے صحیح موقف لکھا ہے: "پھر عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ اپنی سابق نبوت پر باقی ہوں گے، بہر حال اس سے معزول تو نہ ہو جائیں گے، مگر وہ اپنی پچھلی شریعت کے پیرو نہ ہوں گے، کیونکہ وہ ان کے اور دوسرے سب لوگوں کے حق میں منسوخ ہو چکی ہے، اور اب وہ اصول اور فروع میں اس شریعت کی پیروی پر مکلف ہوں گے، لہٰذا ان پر نہ اب وحی آئے گی اور نہ انہیں احکام مقرر کرنے کا اختیار ہوگا، بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور آپ علیہ السلام کی امت میں ملت محمدیہ کے حاکموں میں سے ایک حاکم کی حیثیت سے کام کریں گے۔"

اسی طرح ص:۴۷ پر ہے: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ایک معزز گھرانہ میں ہوئی مگر ان کی زندگی کا آغاز یتیمی سے ہوا، اسی وجہ سے انہیں کسی قسم کی تعلیم نہ مل سکی، نہ روایتی اور نہ خصوصی، اس لئے وہ نہ پڑھ سکتے تھے نہ لکھ سکتے تھے۔" حالانکہ امت مسلمہ کا عقیدہ ہے کہ نبی براہ راست اللہ تبارک وتعالیٰ سے تعلیم پاتا ہے، نبی کسی انسان کا شاگرد نہیں ہوتا۔

ص:۴۸ پر ہے: "تقریباً تمیں مرتبہ انہیں جنگی دستے ترتیب دینے پڑے، جن میں سے اٹھارہ مہموں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شرکت فرمائی۔" حالانکہ جن غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لے گئے، ان کی تعداد ۲۷ یا ۲۸ ہے اور جن میں صحابہ کرامؓ کو بھیجا ان کی تعداد ۷۵ یا ۷۶ ہے، اس طرح کل ملا کر ۱۰۲ یا ۱۰۴ کی تعداد بنتی ہے۔

ص:۴۹ پر ہے: "مگر اس پر اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جب کوئی آیت اترتی تو وہ منسوخ یا تبدیل کبھی بھی نہیں ہوتی۔"

حالانکہ قرآن کریم میں ہے:

"مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔" (البقرہ:۱۰۶)

ترجمہ: "جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں تو بھیج دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس کے برابر، کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

یہ اشاعت خاص برائے ختم نبوت محمد تنزیل الصدیقی الحسینی صاحب کی زیر ادارت مرتب کی گئی ہے، جس کے ۲۶۴ صفحات ہیں اور ہر صفحہ تین کالمی اور بارہ پوائنٹ میں ہے۔ جس کی قیمت فی شمارہ ۶۰۰ روپے رکھی گئی ہے اور اس رسالہ کا زر سالانہ ۴۰۰ روپے مع ڈاک خرچ مقرر ہے۔ کتاب کے لئے مکتبہ دارالاحسن، مبارک پرائڈ یاسین آباد، بلاک نمبر ۹، فیڈرل بی ایریا کراچی، رابطہ نمبر: 0333-3738795، 0300-2277551

بہر حال اس خصوصی اشاعت کو بڑی محنت اور عرق ریزی سے تیار کیا گیا، کتاب کا کاغذ بہت عمدہ، جلد خوبصورت اور طباعت اعلیٰ معیار کی ہے، کچھ پروف کی غلطیاں ہیں، امید ہے اگلی اشاعت میں ان کا ازالہ کیا جائے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم

دنیا میں لاتعداد مذاہب ہیں، ان میں کئی توحید پرستی پر مبنی ہیں، متعدد مذاہب کے پیروکاروں کی تعداد کروڑوں میں ہے، ممکن ہے اسلام اپنے پیروکاروں کی تعداد کے اعتبار سے سب سے بڑا مذہب نہ ہو، مگر یہ ایک زندہ اور فروغ پذیر مذہب ہے، دنیا کے تمام مذاہب اور لادینی عناصر اس کے خلاف مصروف عمل ہیں، کیونکہ یہ ایک آفاقی دین ہے، اور کسی خطے یا نسل تک محدود نہیں، اسلام میں کسی بھی قومیت میں سرایت کرنے کی صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے، تاہم ہمارا موضوع اسلام نہیں بلکہ اس عظیم دین کا داعی ہے۔

ادیان کی تاریخ عالم میں یہ کلیہ ہے کہ ہر شخص اپنے مذہب کے بانی کی زندگی اور جدوجہد کے بارے میں بہت کم جانتا ہے، اللہ کے ان برگزیدہ بندوں کو اپنی دنیاوی زندگی کے دوران زیادہ کامیابی نصیب نہیں ہوئی، ان کے لائے ہوئے دین کو ان کی موت کے بعد ہی وسعت ملی اور ترقی حاصل ہوئی، ادیان کے ان بانی حضرات کی تعلیمات اپنی اصل شکل میں نہیں بلکہ جستہ جستہ ہم تک پہنچی ہیں، ان مذاہب کے پیروکاروں نے تاریخ کے عمل کے دوران اپنے ادیان کو وقت کے تقاضوں کے مطابق بنانے کے زعم میں ان کے اصولوں اور عملی پہلوؤں میں کئی تبدیلیاں کردیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قاعدے کے تمام اصول وضوابط میں ایک استثنا ہیں، ان کی زندگی کے بارے میں آنکھوں دیکھے احوال پر جلدوں کی جلدیں موجود ہیں، ان میں ان کی پوری زندگی کے ایک ایک لمحے کی تفصیل درج ہے، ان کے ذاتی اعمال، ان کے دور اور معاشرہ کی ذرا ذرا سی تفصیل بھی بیان کردی گئی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں ہی عظیم ترین کامیابی سے ہمکنار ہوئے، جب حجۃ الوداع کے موقع پر انہوں نے ایک لاکھ چالیس ہزار سے زائد مسلمانوں کے عظیم اجتماع سے خطاب کیا جو مختلف علاقوں سے حج کا فریضہ ادا کرنے مکہ معظمہ آئے تھے، ان سے کئی گنا مسلمان اپنے گھروں میں موجود تھے، کیونکہ مسلمانوں پر ہر سال حج کرنا فرض نہیں، نہ ہی ان پر یہ فرض تھا کہ وہ کسی خاص سال کے موقع پر ضرور ہی حج کعبہ کو جائیں، بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کو زبردست کامیابی نصیب ہوئی، مگر اسلام کے داعی کی زندگی میں ان کی تعلیمات کو جو کامیابی حاصل ہوئی، تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، جہاں تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا تعلق ہے قرآن حکیم لفظ بلفظ ہم تک پہنچا ہے، ان کی زبان وہی ہے جس میں وہ نازل ہوا تھا اور یہ جس انداز میں ہم تک آیا ہے، وہ قابل اعتماد ہے، چودہ صدیاں گزر گئیں، اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش یا دنیا میں کسی اور جگہ قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کی ضرورت کسی نے محسوس نہیں کی، ہم جانتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز ادا کرتے تھے، روزہ کیسے رکھتے تھے اور انہوں نے حج کس انداز میں کیا تھا، چنانچہ تمام مسلمان آج بھی ان روحانی فرائض کو عین اسی طرح انجام دیتے ہیں، جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دیئے تھے، دوسرے متعدد مذاہب کے پیروکاروں کی طرح ایسے مسلمانوں کی بھی کمی نہیں جو اپنے دین پر عمل نہیں کرتے، بلکہ بعض تو محض نام کے مسلمان ہیں، اس کے باوجود کسی مسلمان نے خواہ وہ محض نام کا مسلمان ہی کیوں نہ ہو دین اسلام کو وقت کے تقاضوں کے مطابق بنانے کے لئے اس میں ترمیم وتنسیخ کی ضرورت محسوس نہیں کی، خود ہمارے دور میں تمام مذاہب میں اصلاح کی تحریکیں سرگرم عمل ہیں، مگر یہ عجیب بات ہے کہ دوسرے مذاہب کو تو جدید دور کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانے کے لئے ان میں ترمیم وتنسیخ کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے، کسی مذہب کے بانی کو اس سے بڑا خراج عقیدت بھلا اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس کی تعلیمات آج بھی زندہ ومتحرک ہیں اور ان میں ذرہ برابر تبدیلی کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی جارہی ہے۔

دنیا کی مختلف زبانوں میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح پر ہزاروں کتب موجود ہیں، ان کے مصنفوں میں اسلام کے دوست اور دشمن سبھی شامل ہیں، تمام مصنف خواہ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کریں یا محض اس بات پر ناپسند کریں کہ ان مصنفوں کا تعلق اسلام کے مخالف مذاہب سے ہے، اس بات پر متفق ہیں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم انسان تھے، جن مصنفوں نے جان بوجھ کر پیغمبر اسلام کی زندگی اور تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے اور ایسے مصنفوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے، دراصل وہ بھی انہیں بالواسطہ طور پر خراج عقیدت پیش کررہے ہیں، وہ پیغمبر اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرکے پیش کرتے ہیں، کیونکہ وہ اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ اگر انہوں نے اسلام کی صحیح تصویر پیش کردی تو ان کے ہم مذہب گمراہ ہوجائیں گے، جنہیں وہ قبول اسلام سے روکنے کے لئے پیغمبر اسلام کے متعلق بے سروپا کہانیاں گھڑ کر سناتے رہتے ہیں، اس طرح کی ذہنی

بدریانتی آج بھی جاری ہے، یہ بات حیرت خیز ہے کہ جدید مغرب کے زبردست مادی اور دوسرے وسائل کے باوجود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے خلاف پروپیگنڈا کوئی نتائج پیدا کرنے میں ناکام رہا ہے جن کی توقع اتنی بڑی تعداد میں کتابوں کی اشاعت، ریڈیو، ٹی وی نشریات اور فلموں کی نمائش کے بعد کی جاسکتی ہے، ہم نہیں جانتے کہ جتنے وسائل عیسائی مشنریوں اور کیمونسٹوں کو حاصل ہیں، اگر اسلام اتنے ہی وسائل سے بہرہ ور ہوتا تو دنیا کا رخ کیا ہوتا، لیکن اس کے باوجود یہ ایک عیاں حقیقت ہے کہ مسیحی اور کیمونسٹ مغرب دونوں میں اسلام نہایت تیزی سے پھیل رہا ہے، دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد تیس سال کے دوران انگلستان میں کوئی ایک سو سے زائد مساجد کی تعمیر ہوئی ہے، جرمنی اور فرانس بھی اس میدان میں انگلستان سے پیچھے نہیں، امریکی سفید فاموں میں بھی قبول اسلام کے واقعات کی کمی نہیں، چنانچہ اسلام کو گلے لگانے والوں میں سفراء، پروفیسر اور دیگر معزز پیشوں سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں، یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں کہ ہر سال سینکڑوں سیاح استنبول میں مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں، جہاں اناطولیہ کی نسبت مذہبی جوش وخروش زیادہ نہیں ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان کا رشتہ زندگی کے ہر شعبہ سے قائم ہے، وہ محض مافوق الطبیعات عقائد تک محدود نہیں، وہ انسان کی روحانی زندگی کے ساتھ ساتھ دنیوی زندگی کے لئے بھی اصول وقواعد بیان کرتے ہیں حتی کہ سیاسیات بھی ان کی تعلیمات کے دائرہ سے باہر نہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام انسان کی پوری زندگی کی تعمیر میں مدد دیتا ہے، دوسرے مذاہب کی طرح محض روحانی پہلو پر نظر نہیں رکھتا اور نہ ہی سیاست کو محض حکمرانوں کے رحم و کرم پر چھوڑتا ہے۔

ہم بہ آسانی کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کے پیروکاروں کی زندگی اور ذاتی رویہ پر دین اسلام کے اثرات دوسرے مذاہب کی نسبت گہرے ہیں، یہ مذاہب آفاقیت کے دعویدار تو ہیں، مگر وہ اپنے پیروکاروں میں نسل اور رنگ کا تعصب تک ختم کرنے میں ناکام رہے ہیں، میں نے ۱۹۳۲ء میں انگلستان کی ایک مسجد میں ایک انگریز مؤذن دیکھا، اس نے بڑے فخر سے اپنا نام بلال رکھا ہوا تھا، جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے حبشی نژاد مؤذن کا نام تھا، یہ کتنی نرالی بات ہے کہ فن لینڈ کے ایک شخص عقیل نے جو سویڈن میں آباد ہے، محض مطالعہ کے بعد اسلام قبول کرلیا، حالانکہ قبل ازیں کسی مسلمان سے اس کا تعارف نہ تھا، پھر فرانسیسی نژاد گینن کو بھی اس نے مشرف بہ اسلام کیا، گینن کے پیروکار فرانس، سوئٹزرلینڈ اور دوسرے علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور سینکڑوں افراد کو حلقۂ اسلام میں داخل کرچکے ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ مغرب والوں کو صرف فخر الدین رازی نے ہی نہیں، محی الدین ابن عربی نے بھی زبردست متاثر کیا ہے، یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کافر ہلاکو خان نے عالم اسلام کو فتح کرلیا اور عباسیوں کے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی، مگر چند درویشوں نے اس کے پوتے غزنی خان کو مشرف بہ اسلام کیا اور عالم اسلام کو تباہ و برباد کرنے والوں کو اسلام کا عظیم علمبردار بنا کر رکھ دیا۔

اگر دیگر مذاہب کے بانیوں نے ایک دوسرے پر بعض انسانی خوبیوں میں سبقت حاصل کی ہے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے شعبوں میں فضیلت حاصل کی ہے کہ طالب علم حیرت زدہ رہ جاتا ہے، وہ ایک عظیم اور جامع صفات قانون ساز تھے، جنہوں نے تمام قانونی سوالات کے جواب میں قواعد مرتب کئے ہیں، وہ بہت بڑے منتظم تھے جنہوں نے مشت خاک سے ایک عظیم مملکت قائم کی، وہ خود اس کے منتظم اعلیٰ تھے، انہوں نے فوجوں کی کمان کی اور بسا اوقات اپنی رضا کار فوج سے تین سے پندرہ گنا بڑی فوج تک کو شکست فاش دی، ان کی اخلاقی تعلیمات پُرمغز ہیں، اور ان سے تعلیمات کو محض مثالی مگر ناقابل عمل بنانے کے لئے کسی مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا، انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اگر کوئی تمہارے دائیں گال پر چپت رسید کرے تو بایاں گال بھی اس کے آگے کردو، بلکہ وہ کہتے ہیں: ''اگر تم ادلے کا بدلہ لو تو یہ بالکل درست اور جائز ہے، لیکن اگر تم معاف کردو تو یہ اللہ کے نزدیک مستحسن ہے۔'' یوں ان کی تعلیمات عام آدمی کے لئے بھی اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح کسی ولی، رشی یا منی کے لئے، یہ تعلیمات عام آدمی کو ارتکاب گناہ سے روکتی ہیں اور اسے معقول حدود کے اندر رکھتی ہیں، ان کی مذہبی تعلیمات کے مطابق ''بندہ خدا کا اور خدا بندہ کا ہے'' یوں انہوں نے خدا اور بندے کے درمیان براہ راست رابطہ قائم کرادیا ہے، خدا اور بندے کے درمیان کسی واسطے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی یہ کسی کی اجارہ داری ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں خدا کی وحدانیت، اس کی لاتعداد صفات، اپنی مخلوق کے لئے اس کی محبت اور رحم کا کوئی اور مذہب ثانی پیش نہیں کرسکتا، اسلام میں خدا رب العالمین ہے، وہ ''ودود'' (محبت کرنے والا) ہے، ''رحیم'' (رحم کرنے والا) اور ''غفور'' (معاف کرنے والا) ہے، وہ قیامت کو سزا دینے میں حق بجانب ہے، مگر اس کی صفت اس کے غضب سے سوا ہے: ''سبقت رحمتي علی غضبي۔''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نسل انسانی کو تمام اخلاق سکھایا اور جب وہ مطمئن ہوگئے کہ انہوں نے اپنا مشکل ترین مشن بحسن وخوبی تمام کردیا ہے تو انہوں نے اس کی بلند رفاقت کو ترجیح دی، ''مع الرفیق الاعلیٰ۔'' (تعمیر حیات لکھنؤ، ۱۰ اپریل ۲۰۱۸ء)

عیدالفطر کے بعد حج کی تیاری!

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

ابھی چند دنوں قبل رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ ختم ہوا، عیدالفطر کی خوشیاں منانے کے بعد حج کے سفر کی تیاریاں شروع ہونے لگیں، جن خوش قسمت بہن بھائیوں کو حج کے لئے سفر کرنا ہے، ان کو اس مبارک سفر کی دلی مبارکباد پیش ہے، یہ سفر جس کے لئے بہت ہی تیاریاں کرنا پڑتی ہیں، ہر مسلمان کے دل کی آرزو اور تمنا ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ایک بار ضرور یہ سفر کرے اور حرمین شریفین کی برکتیں حاصل کرے اور ایک ایک لمحہ اس سفر کا وصول کرے اور روضۂ اقدس پر نہایت ادب، احترام، محبت سے حاضری دے اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام و درود کا ہدیہ پیش کرے۔

لیکن یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عظیم سفر عام سفر کی طرح نہیں ہوتا بلکہ اس قیمتی سفر کے بہت عظیم تقاضے ہیں، ہر حج کرنے والے کو اس فریضہ کے بارے میں تمام معلومات حاصل کرنا چاہئے، جائز ناجائز، مستحبات اور سنتوں کے بارے میں پورا علم حاصل کرنا چاہئے، اگر یہ کام کئے بغیر سفر پر چلا گیا تو اس سے ایسی غلطیاں ہوسکتی ہیں جن سے حج کا فریضہ پوری طرح ادا نہیں ہوسکتا، ثواب تو ثواب بلکہ گناہ ہونے کا خطرہ ہوجاتا ہے۔

دوسرے نہایت ادب واحترام کے ساتھ یہ سفر ہونا چاہئے اور حرمین شریفین کی عظمت کا ہر لمحہ احساس ہونا چاہئے اور وہاں کے باشندوں سے بھی ادب واحترام کا معاملہ کرنا چاہئے اور کوئی بات ناگوار ہو یا کوئی تکلیف پہنچے تو اس کا اظہار نہیں کرنا چاہئے بلکہ صبر اور شکر کے ساتھ اس کو برداشت کرنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے، کسی قسم کی تنقید یا برائی کرنے سے بچنا بہت ضروری ہے، ورنہ شدید دینی و دنیاوی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہم کو حج کرنے کا موقع عطا فرمایا اور مدینہ منورہ میں زیادہ سے زیادہ درود و سلام پڑھنا چاہئے اور اپنے قیمتی وقت کو زیادہ سے زیادہ مسجد نبوی میں گزارنا چاہئے اور عبادت، تلاوت قرآن کریم اور درود وسلام میں مشغول رہنا چاہئے۔

یہ سفر جس قدر مبارک اور قابل رشک ہے، اسی طرح اس کے تقاضے اور آداب وشرائط بھی بہت سخت ہیں، جن کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے، ورنہ اللہ رب العزت نے جس طرح ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل پر یہاں ثواب رکھا اور بہت زیادہ ثواب رکھا ہے، اسی طرح معمولی گناہ پر بھی بہت سخت وعید اور سزا ہے، اسی طرح معمولی گناہ پر بھی بہت سخت وعید اور سزا ہے، اس لئے ہر لحظہ یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ اس مقدس سفر میں کسی طرح کی کوئی غلطی یا لغزش نہ ہونے پائے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بن جائے، اسی طرح رب رحیم وکریم سے پوری ملت اسلامیہ کی خیر و صلاح اور دین و دنیا میں سرخروئی کے لئے وہاں جاکر خوب دعائیں کرنا چاہئے۔

(تعمیر حیات لکھنؤ ۱۰ رجولائی ۲۰۱۶ء)

روپیہ کی قدر ضرور ہو، لیکن محبت ہرگز نہیں!

روپیہ کی محبت بھی بڑی بُری بلا ہے، سن کے ساتھ ساتھ یہ گھٹتی نہیں بلکہ حرص وہوس عموماً بڑھ ہی جاتی ہے اور وجہ جواز میں ذہن نئی نئی ضرورتیں گڑھنا شروع کر دیتا ہے، ضرورت اس صورت حال پر شروع ہی سے قابو پالینے اور اپنے کو قناعت کا خوگر بنا لینے کی ہے، یہ جس نے نہ کیا، اسے تلخیاں قدم قدم پر پیش آتی رہیں گی، لیکن روپیہ کی محبت اور شے ہے اور اس کی قدر اور۔ روپیہ کی محبت تو بے شک ہرگز نہ پیدا ہونے پائے لیکن روپیہ کی قدر ضرور ہو، یہ نہ ہوا تو دوسرا مرض اسراف کا پیدا ہو کر رہے گا، بخل واسراف دونوں مرض ایک ہی درجہ کے ہیں اور دونوں بڑے سخت، ان کے حملے سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی واحد صورت یہ ہے کہ قلب کو ایک طرف حب مال سے خالی رکھا جائے اور دوسری طرف روپیہ کی ناقدری سے۔

مولانا عبدالماجد دریاآبادیؒ

مدارس اور اہلِ علم کا فرضِ منصبی

مولانا سیّد بلال حسنی ندوی

اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ اس نے آپ حضرات کو مدرسہ میں بھیجا ہے، اصل میں یہ مدارس دین کے قلعے ہیں، اسلام کی پناہ گاہیں ہیں، یہاں سے اسلام کو صرف پناہ ہی نہیں ملتی بلکہ قوت بھی حاصل ہوتی ہے، یہاں حفاظت دین کا کام بھی ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اشاعت دین کا کام بھی ہوتا ہے۔ جو طلبا فارغ ہوتے ہیں وہ حقیقت میں حفاظت دین کا سامان ہوتے ہیں، وہ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، حدیث کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، فقہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور جو متعلقہ علوم ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں، گویا وہ اس علم کی حفاظت کا ذریعہ بنتے ہیں اور اس میں بار یکی پیدا کرتے ہیں، ان کے اندر ایسی استعداد پیدا ہوتی ہے کہ وہ علم دین کی خاطر مرتے اور جیتے ہیں اور اسی کے محافظ بنتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ جس کو توفیق عطا فرماتا ہے وہ اس کا داعی اور اشاعت کرنے والا بنتا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جس کا چاہتا ہے انتخاب کرتا ہے اور یہ اللہ کا محض کرم ہے، یہ اس کا محض فضل ہے، وہ جس کو چاہے اپنی دین کی خدمت اور حفاظت کے لئے منتخب کرلے، ایسے ایسے علماء مجدد ین و مصلحین پیدا ہوئے ہیں، اور جب جب ضرورت پڑی ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسے افراد پیدا فرمائے ہیں جنہوں نے امت کی صحیح راہنمائی کے لئے حالات کا مقابلہ کیا، حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کی تاریخ دعوت و عزیمت میں یہی چیز ہے، مولانا نے بڑے تسلسل کے ساتھ یہ بتایا ہے کہ کوئی دور ایسا خالی نہیں رہا جس دور میں بڑے بڑے مشائخ، علماء وائمہ پیدا نہ ہوئے ہوں اور جنہوں نے بعض مرتبہ پورے پورے ملکوں کو نہ بدل ڈالا ہو، انقلاب نہ برپا کردیا ہو، ہمیشہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں، اگر آپ ان حضرات کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ حضرات محدثین، فقہاء وعلماء انہیں مدارس سے پیدا ہوئے، گویا یہ ایک تسلسل ہے جو دارارقم اور صفہ نبوی سے شروع ہوا اور قیامت تک اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ جاری رہے گا، اس کی شکلیں بدل سکتی ہیں، لیکن وہ ایک کڑی ہے، ایک ایسا تسلسل ہے جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتا، اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، ارشادالٰہی ہے:

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔" (الحجر:۹)

ترجمہ: "ہم ہی نے اس نصیحت (نامہ) کو اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اس کا ہر وعدہ برحق ہے، قرآن باقی رہے گا اور اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیشہ اس دین کی حفاظت کرنے والے پیدا فرماتے رہیں گے اور ایسے ادارے و مدارس ہمیشہ قائم ہوتے رہیں گے جو ایسے افراد تیار کریں، یہ مدارس اصل میں اسی کا تسلسل ہے اور ظاہر ہے جو مدرسہ اپنا سلسلہ نسب صفہ نبوی سے نہ جوڑے وہ مدرسہ کہلانے کے لائق نہیں ہے، خواہ وہ کوئی بھی ادارہ ہو وہ اپنے کو تعلیم کا ادارہ سمجھے یا کچھ بھی سمجھے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ مدرسہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے، مدرسہ وہی ہے جس کا نسب اور نسبت اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ سے ہو، یہ مدارس حقیقت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے وارث ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے وارث ہیں، آپ کی تڑپ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اندر کی کڑھن کے وارث ہیں اور جب تک یہ باتیں رہیں گی، یہ مدارس حقیقی معنی میں مدارس رہیں گے اور اگر خدانخواستہ صرف یہ چہاردیواریاں رہ جائیں گی تو ساری حقیقتیں ختم ہوجائیں گی، ان مدارس کی اصل وراثت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی، حدیث میں ہے:

"ان العلماء ورثة الانبیاء، ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درهما انما ورثوا العلم فمن اخذ به اخذ بحظ وافر۔" (سنن الترمذی:۲۸۹۸)

ترجمہ: "بلاشبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام نے وراثت میں دینار و درہم نہیں چھوڑے ہیں بلکہ انہوں نے علم کی میراث چھوڑی ہے، بس جس نے اس کو حاصل کیا، اس نے بہت بڑا حصہ پالیا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ: علماء انبیاء کے وارث ہیں، ظاہر ہے یہ وراثت باپ کی نہیں ہے اور وراثت کے حقوق کو پہچان لینے کی نہیں ہے بلکہ یہ وراثت کچھ حقائق اور گہرائی تک پہنچنے کی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں اور حضرات صحابہ کرامؓ نے اس پر عمل کیا ہے اور اس طرح عمل کیا ہے کہ دنیا میں ایک انقلاب برپا ہوا، بعض صحابہ کرامؓ کے متعلق آتا ہے کہ ہم نے بعض مرتبہ ایک ایک آیت کو سمجھنے کے لئے تین تین مہینے لگائے، وہ سیکھنا ہماری طرح نہیں تھا کہ الفاظ کو جان لیا بلکہ وہ حقیقتوں کو جانتے تھے اور ان کو جذب کرتے تھے، وہ صرف یہ نہیں کہ علم کو صرف الفاظ کی حدود تک رکھتے ہوں بلکہ وہ علم کو جذب کرتے تھے، اس کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ مقام دیا تھا جو کسی کو نہیں مل سکتا تھا، لیکن وہ مقام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے نتیجہ میں تھا، انہوں نے اپنے اندر حقیقی معنی میں دین کو اتارا تھا، پھر صحابہ کرامؓ جن ملکوں میں گئے اور جن علاقوں میں گئے، اگر تاریخ کے حوالہ سے دیکھیں تو یہ حقیقتیں سامنے آئیں گی کہ وہ جن ملکوں میں گئے، اللہ نے وہاں پر ایسا انظام برپا کیا کہ وہاں سب کچھ بدل گیا، حالانکہ ایسا عموماً نہیں ہوتا، کسی علاقہ کے لوگ اپنی زبان نہیں چھوڑتے ہیں، ہر شخص کو اپنی زبان سے محبت ہوتی ہے، کوئی شخص اپنی زبان نہیں چھوڑنا چاہتا، لیکن صحابہ کرامؓ کی یہ فضیلت ہے کہ وہ جس ملک میں گئے وہاں کے لوگوں نے اپنی زبان بھی چھوڑ دی اور ان کی زبان اختیار کرلی، مصر کی زبان پہلے عربی نہیں تھی، لیکن وہاں صحابہ کرامؓ کا جانا دین کے پورے جوہر کے ساتھ، اخلاق کی پوری بلندی کے ساتھ، انسانیت کی محبتوں کے ساتھ، ان چیزوں نے ان لوگوں کو اپنی طرف کھینچا اور لوگ ان کے دیوانے ہوگئے۔

صحابہ کرامؓ چلتے پھرتے مدارس تھے، اس کا نتیجہ ہے کہ سارے عالم میں دین پھیلا۔

آج اس کی ضرورت ہے کہ یہ مدارس جو مختلف علاقوں میں قائم ہیں اور ہمارے علماء جو فارغ ہوکر مختلف علاقوں میں جاتے ہیں، یہ چلتے پھرتے مدارس کا نمونہ پیش کریں، دین کا مزاج پیدا کریں اور اس کو اپنے اندر جذب کرکے اور اپنی زندگی کو اس کے سانچے میں ڈھال کرامت کے ترجمان بن کر مختلف علاقوں میں جائیں اور وہاں ایک تبدیلی پیدا ہو، ان کی زندگی کو دیکھ کر تبدیلی پیدا ہوجائے، اصلاً یہی مدارس کا مقصد ہے، یہاں رہ کر اپنے آپ کو ہم نے نہ کھپایا، اپنے طرز زندگی کو نہ بدلا، اپنے ذہن ودماغ کی صحیح طریقہ پر تربیت نہ کی تو یاد رکھئے! ان مدارس سے ہمیں کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے، حاصل جب ہی ہوگا جب مدرسہ کے مقصد کو سمجھا جائے، قرآن مجید میں جو بیان کیا گیا ہے اس میں تفقہ حاصل کیا جائے، یہی تفقہ فی الدین ہے، دین کی مزاج شناسی ہے، دین کی حقیقتوں کو سمجھنا ہے۔

دین کی مزاج شناسی یا تفقہ فی الدین چند چیزوں کو جاننے کا نام نہیں ہے، بلکہ پورے دین کو سمجھنا اور اس کے مزاج کو سمجھنا ہے، مزاج چیزوں کے مجموعہ کا نام ہوتا ہے، آپ کسی سے پوچھتے ہیں: آپ کا مزاج کیسا ہے؟ وہ کہتا ہے: مزاج بہت اچھا ہے، لیکن مزاج کیوں اچھا ہے؟ اس لئے اچھا ہے کہ چار بنیادی اجزاء (بلغم، سودا، صفراء، خون) ہیں، اگر یہ توازن کے ساتھ ہیں تو مزاج اچھا ہے اور اگر توازن نہیں ہے، بلغم یا سودا بڑھ جائے تو مزاج بگڑ جاتا ہے، اسی طرح اس دین کا بھی ایک مزاج ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو بنیادی باتیں ارشاد فرمائیں، عقائد سے لے کر معاملات تک، معاملات سے لے کر معاشرت تک، معاشرت سے لے کر اخلاق تک اور ہمارا پورا جو طرز زندگی ہے اور زندگی کے جو شعبے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جو باریکیاں بیان فرمائی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو طرز عمل ہے، وہ ساری تفصیلات موجود ہیں، ان سب کو ان کے توازن کے ساتھ سمجھنا ہے، ہمیں یہ بات سمجھنا ہے کہ وہ کون سے اصول وضوابط ہیں جن میں کوئی تغیر نہیں ہوسکتا ہے اور وہ کون سے مسائل وفروعات ہیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمانہ کے اعتبار سے تغیر رکھا ہے، صحابہ کرامؓ نے ان حقائق وبنیاد اور اصولوں کو پہلے سمجھا تو اللہ نے ان کے ذریعہ دین کو پھیلایا، لہٰذا آج ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم حقیقت دین کو سمجھیں، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کو سمجھیں، آپؐ نے کیا طریقہ اختیار کیا، دوسروں کو دعوت پیش کرنے میں آپؐ نے کیا حقیقتیں اختیار کیں، قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا تعلیم وسبق دیا گیا؟ ہم ان سب چیزوں کو سمجھنے کی کوشش کریں، ارشاد الٰہی ہے:

"قُلْ یَا أَھْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ" (آل عمران:۶۴)

ترجمہ: "آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے (وہ یہ) کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنالے۔"

جب ہم باہر نکلیں گے اور لوگوں کو دین کی باتیں سمجھانا چاہیں گے تو ہماری ذمہ داری ہے کہ پہلے مرحلہ پر جب ہم باہر جائیں تو ان لوگوں کی نفسیات سے واقف ہوں، ان سے اپنائیت برتنے والے ہوں

تاکہ ہمیں غیر نہ سمجھا جائے، اس کے بعد آپ کی بات دلوں میں اترتی چلی جائے گی۔

یہ مدارس حقیقت میں تحفظ دین کا ذریعہ ہیں، اسی طرح اشاعت دین کا بھی ذریعہ ہیں، سب سے بڑھ کر دعوت کا کام کرنے کی ذمہ داری علماء کرام کی ہے، اس لئے کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ اس امت کے علماء انبیاء کی طرح ہیں، دعوت کا جو مشن انبیاء کے ذمہ ہے، اللہ نے وہی مشن اس امت کے علماء کے ذمہ رکھا ہے، لہٰذا جو بھی عالم دین ہے، وہ سمجھ لے کہ اب نہ کوئی شریعت آنے والی ہے، نہ کوئی نظام آنے والا ہے، اس دین کی انتہا ہوچکی اور اعلان ہوچکا کہ:

”اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔“ (المائدہ:۳)

ترجمہ: ”آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور دین کے طور پر تمہارے لئے اسلام کو پسند کرلیا۔“

دین میں کوئی کمی زیادتی نہیں ہوسکتی، گویا ہم کو انہیں اصولوں کو پڑھنا ہے اور انہیں کی دعوت دینی ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جو اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری انسانیت کے سامنے پیش کیا ہے۔

قرآن مجید میں ہم کو جو سبق دیا گیا وہ یہ کہ:

”قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ۔“ (الزمر:۹)

ترجمہ: ”پوچھئے کہ کیا علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے برابر ہوسکتے ہیں۔“

اس آیت میں ایک سوال ہے کہ اے نبی! آپ پوچھئے! ایک آدمی وہ ہے جو علم رکھتا ہے اور ایک آدمی وہ ہے جو علم نہیں رکھتا، حقائق کو نہیں جانتا، ایک آدمی خیر و شر کو جانتا ہے اور ایک آدمی دونوں سے نادان ہے، یہ دونوں کیسے برابر ہوسکتے ہیں؟

معلوم ہوا، یہ ہماری بہت بڑی ذمہ داری ہے، اس لئے کہ جاننے والا اور نہ جاننے والا برابر نہیں ہوسکتے۔ ایک بات میں اور عرض کرتا ہوں، اوپر جو بات کہی گئی اس میں ایک اور اشارہ بھی ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دین کا جو علم ہے اور اس کا جو مقام اس نے ہمیں عطا کیا ہے، یاد رکھئے! مقام جتنا بلند ہوتا ہے ذمہ داری بھی اتنی ہی بلند ہوتی ہے، اس اعتبار سے اللہ جو مقام عطا فرماتے ہیں، ذمہ داری بھی اسی کے اعتبار سے عطا فرماتے ہیں تو اللہ نے آپ کو جو مقام عطا کیا، وہ اللہ کا بڑا انعام اور نعمت ہے، اسی طرح یہ ذمہ داری بھی ہے کہ آپ حقیقت سے واقف ہوں، اپنے اندر پختگی پیدا کریں اور جس طرح قلب کی پختگی کی ضرورت ہے اور قلب پر محنت کی ضرورت ہے، قلب کا تزکیہ کرنے کی ضرورت ہے، اسی طرح اس کی بھی ضرورت ہے کہ ہماری عقلوں اور فکر میں پختگی ہو، اور اگر یہ ہمیں حاصل نہیں ہے تو ہم بہت خطرہ میں ہیں، کوئی بھی طوفان آجائے، کوئی بھی ہوا لگ جائے، ہم اپنی جگہ پر کھڑے نہیں رہ سکتے، اس کا ڈر ہوتا ہے کہ کہیں ہم شکار نہ ہوجائیں، اسی لئے پختگی پیدا کی جائے اور ظاہر ہے علم ایک بنیاد ہے اور دین کا جو علم ہے اس سے روشنی حاصل کی جائے، لیکن اگر کوئی شخص اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے، لیکن جو روشنی ہورہی ہے، نگاہ و بصیرت کو وا کرکے اپنے اندر جذب کرنا ہے، دماغ کے اندر پہنچانا ہے، اس میں پختگی پیدا کرنی ہے، فکر میں بلندی پیدا کرنی ہے اور یہ سب تیاری کے ساتھ ہمیں میدان عمل میں آنا ہے، قرآن کا یہ مطالبہ بھی ہے:

”وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ۔“ (التوبہ:۱۲۲)

ترجمہ: ”اور تاکہ اپنی قوم کو جب ان کے پاس وہ واپس آئے تو خبردار کرے شاید وہ باز رہیں۔“

یہ حکم الٰہی ہے کہ مدرسہ میں رہ کر آپ نے تفقہ فی الدین پیدا کیا اور اس کے بعد جب آپ میدان عمل میں آئیں گے تو آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ لوگوں کو آخرت کے عواقب سے ڈرائیں اور لوگوں کو آگاہ کریں اور اسی طرح حالات سے آگاہ کریں اور ان کا حل پیش کریں، یہ ذمہ داری ہمارے علماء کی ہے جو دانشور طبقہ ہے اور جس کے پاس دین کا علم نہیں ہوتا، وہ بعض مرتبہ غلطیاں کرتا ہے، لیکن جو دین کے پڑھنے والے ہیں، ان کے پاس ایک نظام و دستور ہے، اس کے مطابق ان کو آگے بڑھنا ہے اور لوگوں کی صحیح رہنمائی کرنی ہے جو دین کا علم انہوں نے حاصل کیا ہے اس کا لوگوں کو خلاصہ بتانا ہے، یہ علماء کی ذمہ داری ہے اور طلباء کو بھی اسی اعتبار سے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے، محنت کرنا ہے، زبان و تاریخ سے واقفیت پیدا کرنی ہے، حالات سے واقفیت پیدا کرنی ہے، سب سے بڑھ کر ذمہ داری طلباء کی ہے، یہی کل علماء ہوں گے، اس لئے آج ایسے افراد کی ضرورت ہے جو بات پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہوں، استعداد رکھتے ہوں، ایک طرف وہ علم رکھتے ہوں، بات صحیح سمجھتے ہوں، دین کا مزاج جانتے ہوں اور دوسری طرف وہ بات کو بہتر سے بہتر طریقہ پر پہنچاسکتے ہوں، یہ ہماری بہت بڑی ذمہ داری ہے، اللہ نے طلبا کو موقع دیا ہے، وہ یہ طے کرلیں کہ اپنے آپ کو دین کے سانچہ میں ڈھالنا ہے تاکہ جہاں ضرورت ہو وہاں ہم اپنے آپ کو پیش کرسکیں اور دین کا صحیح پیغام دے سکیں، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆..................☆☆

مہر اور جہیز کے احکام

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

مہر کے احکام:

اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کیا گیا تب بھی نکاح درست ہو جاتا ہے جیسا کہ خود قرآن کے بیان سے ظاہر ہے۔ لیکن مستحب طریقہ یہ ہے کہ عقد کے وقت ہی مہر مقرر کر لیا جائے۔ مختلف عورتوں کے لئے مہر کے احکام اس طرح ہیں:

۱) نکاح کے وقت مہر مقرر ہو چکا ہے اور عورت کے ساتھ تنہائی بھی ہو چکی ہے تو پورا مقررہ مہر واجب ہوگا۔

۲) نکاح کے وقت مہر مقرر ہو چکا ہے مگر یکجائی سے پہلے علیحدگی ہو گئی تو نصف مہر مقررہ واجب ہوگا۔

۳) نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا تھا اور شوہر کی بیوی کے ساتھ یکجائی بھی ہو چکی، اب مہر مثل واجب ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت کے حق میں اس طرح کا فیصلہ فرمایا اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تائید کی اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بروع بنت واشق کے بارے میں یہی فیصلہ فرمایا تھا... مہر مثل سے مراد اس عورت کے خاندان کی عورتوں کا عمومی مہر ہے جو عمر، تمول، خوبصورتی، عقل و اخلاق اور کنوارپن میں ہمسر ہو۔

۴) اگر مہر بھی مقرر نہ ہوا تھا اور مرد و زن کی یکجائی بھی نہ ہوئی کہ نوبت طلاق کی آ گئی تو متاع واجب ہوگا، متاع کی مقدار متعین نہیں بلکہ مرد کی حیثیت اور گنجائش پر منحصر ہے۔ ’’علی الموسع قدرہ و علی المقتر قدرہ‘‘ (البقرۃ:۲۳۶)

متاع کی کم سے کم مقدار کیا ہو؟ اس سلسلہ میں سلف سے مختلف آراء منقول ہیں اور یہ سب رائے اور اجتہاد پر مبنی ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ کم از کم تیس درہم یا اس مالیت کا کوئی اور سامان دے دیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی رائے تھی کہ ایک خادم، اس سے کم تر درجہ یہ ہے کہ ایک لباس اور آخری درجہ یہ ہے کہ تھوڑا سا خرچ دے دیا جائے، یہی رائے حسن بصریؒ اور مالکؒ کی بھی ہے، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو بطور متاع بیس زقاق (اس زمانے کے پیمانے کا نام) شہد دیا تھا۔ قاضی شریحؒ نے اپنی مطلقہ کو بطور متاع پانچ سو درہم دیئے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کے استاذ حماد کی رائے تھی کہ عورت کے خاندانی مہر کی نصف رقم دے دی جائے۔ تاہم احناف کے یہاں قول مشہور یہی ہے کہ متاع کی کم سے کم مقدار ایک جوڑا کپڑا ہے۔ ’’متاع‘‘ کی زیادہ سے زیادہ کوئی مقدار مقرر نہیں، وہ عورت جس سے مرد لذت اندوز ہو چکا ہو، مہر کے ساتھ ساتھ اس کو بھی ’’متاع‘‘ دینا مستحب ہے اور یہ بھی قرآن مجید کے اس منشاء کی تکمیل کا ذریعہ ہے کہ جب عورت سے جدائی ہو تو اس وقت بھی حسن سلوک کا دامن نہ چھوٹے: ’’فامساک بمعروف او تسریح باحسان‘‘ (البقرۃ:۲۲۹)

ادائیگی مہر کی اہمیت:

مہر کو اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے، قرآن نے اس کو مرد کے فرائض میں شمار کیا ہے۔ ’’فاتوھن اجورھن فریضۃ‘‘ (النساء:۲۴) حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر پورا مہر پیشگی ادا نہ کر سکے تو مہر کا کچھ نہ کچھ حصہ ہم بستری سے پہلے ادا کر دیا جائے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا تو آپؐ نے خود سیدنا حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی: ’’یاعلی لاتدخل علی اھل حتی تقدم لھم شیئا‘‘ اے علی! اپنی بیوی سے ملنے سے پہلے ان کو کچھ دے دو۔

یہ تصور کہ مہر علیحدگی کے موقع ہی پر ادا ہو یا شوہر کی موت کے بعد ہی اس کے ترکہ میں سے ادا کیا جائے، نہایت غیر اسلامی اور جاہلانہ تصور ہے، مہر بھی دوسرے واجبات اور دیون کی طرح ایک دین ہے جس سے جلد از جلد سبک بار ہو جانا چاہئے۔

افسوس کہ ہمارے معاشرہ میں بہت سے نوجوان مہر کی تعیین کو محض ایک رسمی عمل سمجھتے ہیں اور اس کی ادائیگی کی نیت تک نہیں رکھتے، یہ سخت گناہ ہے آپؐ نے فرمایا کہ جس نے مہر مقرر کیا اور اس کی ادائیگی کا ارادہ نہیں ہے تو وہ زانی ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ قیامت کے دن وہ خدا کے حضور ایک زناکار کی حیثیت سے پیش ہوگا۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ اگر مہر دے بھی چکا ہے اور نوبت علیحدگی کی آئے تو ہرگز عورت سے اس کو واپس لینے کے حیلے بہانے نہ کرے..... کاش یہ تنبیہات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات ایسے خدا سے بے خوف لوگوں کے اندر آتش احساس کو سلگانے اور شعور کو جگانے میں ممد و معاون ثابت ہوں۔ وباللہ التوفیق وھو یھدی السبیل!

رسم جہیز:

جہیز کی جو بدبختانہ رسم اس وقت ہمارے معاشرہ میں نکاح کا جزو لازم بن چکی ہے وہ خالصتاً

نامنصفانہ بھی ہے اور غیر اسلامی بھی، شریعت نے نکاح کے باب میں اخراجات کی تمام تر ذمہ داری مردوں پر رکھی ہے اور اسی کو ازدواجی مسائل میں مردوں کی قوامیت کی اساس قرار دیا گیا ہے۔

’’الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰہ بعضهم علی بعض وبما انفقوا من اموالهم۔‘‘ (النساء:۳۴)

ترجمہ: ’’مرد عورتوں کے نگراں ہیں اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر بڑائی دی اور اس لئے کہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے۔‘‘

اسی لئے مہر، نفقہ، لباس و پوشاک، دوا، علاج اور دوسری ضروریات ولیمہ، نیز بچوں کی کفالت ساری ذمہ داری مردوں کے سر پر رکھی گئی ہیں۔ اسی لیے کتب فقہ میں یہ مسئلہ تو ملتا ہے کہ لڑکی کے اولیا لڑکوں سے نکاح کے موقع پر جس زائد رقم کا مطالبہ کرتے ہیں وہ جائز ہے یا نہیں؟ وہ رشوت کے حکم میں ہے یا نہیں؟ لیکن لڑکوں کی طرف سے جہیز، گھوڑے جوڑے اور تلک کا مطالبہ جائز ہے یا ناجائز؟ غالباً اس کا ذکر نہیں ملتا کہ فقہاء کی نگاہ میں مردوں کی طرف سے ایسی بے شرمی اور مقام مردانہ کے خلاف دریوزہ گری کا تصور تک نہیں تھا۔

یہ یوں بھی غلط ہے کہ اپنی اولاد میں مساوات ضروری ہے اور لڑکیوں کو رقم خطیر اور کثیر اشیاء جہیزہ کا دینا اور لڑکوں کو اس سے محروم رکھنا صریح ناانصافی اور عدل کے خلاف ہے اور دراصل یہ رسم برادران وطن سے مسلمانوں میں آئی ہے۔ ہندو مذہب میں چونکہ عورتوں کے لئے میراث کا کوئی تصور نہیں ہے بلکہ رشتہ نکاح کے ساتھ ہی عورت کا تعلق اپنے خاندان سے کٹ جاتا ہے، اس لئے لوگ لڑکی رخصت کرتے ہوئے کچھ دے دلا کر بھیجتے تھے۔ اسلام میں نکاح کے بعد بھی عورت کا رشتہ اپنے خاندان سے باقی رہتا ہے اور وہ مستحق میراث بھی رہتی ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت فاطمہؓ کو کچھ ضروری سامان دینے کا ذکر بعض روایات میں آیا ہے:

’’جهز رسول اللّٰہ؟ لفاطمة فی خمیل وقرب ووساد؟ حشوها اذخر‘‘

ترجمہ: ’’رسول اللہ نے اپنی صاحبزادی فاطمہ کو ایک گدا، گھڑا اور ایک تکیہ جس میں اذخر (گھاس) بھری گئی تھی، بطور جہیز عطا فرمایا۔‘‘

لیکن اس پر مروجہ رسم جہیز کا اطلاق کئی وجوہ سے غلط ہے۔

اول تو غالباً آپ نے یہ خود اس زرہ کی قیمت سے بنوائے تھے جو آپؐ کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موقع نکاح کے لئے فروخت کی تھی۔ دوسرے آپ کی حیثیت نہ صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ کی تھی بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی سرپرست اور پرورش کنندہ کی تھی اور آپ نے ہی ان کی بھی پرورش فرمائی تھی... صورت حال یہ تھی کہ حضرت علیؓ کا کوئی مکان تھا اور نہ مکان کے لئے مطلوبہ اسباب وسامان، ان حالات میں زوجین کے سرپرست اور مربّی ہونے کی حیثیت سے ایک نیا گھر بسانے کے لئے جو سامان مطلوب تھا اس کا آپ نے نظم فرما دیا۔ یہ حضرت فاطمہؓ کا جہیز نہیں تھا بلکہ طرفین کے مربّی اور سرپرست ہونے کی حیثیت سے ایک نئی خانہ آبادی کا انتظام تھا... ایسا سمجھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے علاوہ اور بھی دوسری صاحبزادیاں تھیں جن کو آپ کی طرف سے کچھ دیا جانا ثابت نہیں۔ پس اگر حضرت فاطمہؓ کے لئے آپ کا جہیز دینا تسلیم کیا جائے تو یہ خلاف عدل محسوس ہوتا ہے جو آپ کی ذات والا صفات سے بعید ہے۔☆☆

دنیا بھر کے مسلمان کسی قیمت پر توہین رسالت برداشت نہیں کریں گے

گوجرانوالہ.... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر ضلع اور شاہ نفیس الحسینیؒ کے خلیفہ مجاز مولانا محمد اشرف مجددی نے کہا ہے کہ دنیائے کفر نے مسلمانوں کو دولت ایمان سے محروم کرنے کی منصوبہ بندی کرلی ہے۔ ہالینڈ کی پارلیمنٹ میں گستاخانہ خاکوں کی نمائش اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ اس اعلان سے امت مسلمہ میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ نگران وزیر اعظم اور حکومت اس معاملہ کا فوری نوٹس لے اور سفارتی سطح پر اس عمل کو رکوانے کے لئے عملی اقدامات کرے۔ ہالینڈ کے سفیر کو طلب کر کے باقاعدہ احتجاج ریکارڈ کرائے اور ہالینڈ سے سفارتی تعلقات پر نظر ثانی کرے۔ انسانی حقوق کے علمبرداری کو امت مسلمہ کی دل آزاری پر کوئی شرم تک نہیں آتی۔ ہالینڈ کی پارلیمنٹ کا یہ قدم انتہائی پسندی اور مسلم دشمنی کی بدترین مثال ہے۔ یورپ کو تعصب اور انتہا پسندی کی عینک اتارنا ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ یورپ خود اپنی حرکتوں سے عالمی امن کو داؤ پر لگا رہا ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان کسی قیمت پر توہین رسالت برداشت نہیں کریں گے۔ انہوں نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ سینٹ آف پاکستان اور اسلامی سربراہی کانفرنس کا ہنگامی اجلاس بلا کر ٹھوس لائحہ عمل طے کرے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکز ختم نبوت گوجرانوالہ میں منعقدہ اجلاس میں کیا۔ اجلاس سے الحاج مولانا حافظ محمد یوسف عثمانی، سید احمد حسین زید، مولانا عبدالمجید، حافظ احسان الواحد، حافظ محمد معاویہ، شیخ محمد احسان، مولانا حافظ ابوبکر انصاری، حافظ محمد کبیر اور دیگر نے خطاب کیا۔ اجلاس میں مفتی اعظم مولانا مفتی محمد عیسیٰ گورمانی کے بھائی مولانا عبدالغفور گورمانی، حاجی محمد شریف بٹ سمیت دیگر مرحومین کے لئے دعائے مغفرت اور نائب امیر ضلع پروفیسر حافظ محمد انور کی صحت یابی کی خصوصی دعا کی گئی۔ اجلاس میں ترکی انتخابات میں طیب اردگان کی الیکشن میں مثالی کامیابی پر مبارکباد دی گئی اور اسے ملت اسلامیہ کے لئے خوش آئند قرار دیا گیا۔

قادیانیت سے اسلام کی طرف

نومسلم عرفان محمود برق اپنی روئیداد سناتے ہیں....

انٹرویو: عظمت علی رحمانی

سابق قادیانی عرفان محمود برق نے سولہ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا تھا، عرفان محمود کے والد کا گھر قادیانیوں کا علاقائی مرکز بھی رہا ہے، مرزا قادیانی کے خلاف کتابچے لکھے جن کا انگلش ترجمہ حکومت پنجاب کے سینئر سیکرٹری احمد علی ظفر نے کیا جس کو بیرون ممالک میں پذیرائی ملی اور 200 قادیانی مسلمان ہوئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بار خواب میں زیارت اسلام کی جانب کھینچ لائی۔

عرفان محمود برق ایک نوجوان وفعال مبلغ ہیں، انہوں نے جوانی و سمجھ بوجھ کے سال قادیانیت میں گزارے اور اس دوران وہ اسلام کا مطالعہ کرتے رہے، جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی روشنی سے منور فرمایا۔ قادیانیت سے اسلام کے سفر کی اپنی سرگزشت بیان کرتے ہوئے عرفان محمود برق نے کہا: ''میں نے ایک قادیانی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ میری حیات مستعار میں ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے کہ جب میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تعریف میں ایک مضمون قلم بند کیا تھا۔ مرزا قادیانی سے میری عقیدت کیشی کسی علمی سطح یا حقیقت شناسی کی بنا پر نہ تھی بلکہ محض وراثت کی ایک اندھی تقلید تھی جس نے میری نگاہوں سے تصویر کے دوسرے رُخ کو مکمل طور پر چھپا رکھا تھا۔ اُس دور میں مسلمانوں کے عوامی حلقوں سے اکثر یہ باتیں میرے کانوں سے ہوتی ہوئیں آئینۂ ذہن سے جا ٹکراتیں کہ مرزا قادیانی ایک بد سیرت جھوٹا مدعی نبوت تھا جس کی ساری زندگی بدکاریوں اور سیاہ کاریوں کی دلدلوں میں پھنسی ہوئی تھی۔ لیکن ان کی گوش گزاریوں کو میں فراموشیوں کے سپرد کرنا ہی لازم سمجھتا تھا' کیونکہ میرے نزدیک اس طرح کے معترضین کے اعتراضات زیادہ تر بے بنیاد اور بلا دلیل ہوتے تھے اور اگر کوئی دلیل دی بھی جاتی تو اُن قادیانی کتب سے جن کے نام ہی میں پہلی دفعہ سُنتا تھا، اس لئے یہ باتیں میری عدم توجہ کا باعث بنتیں۔ تاہم اس سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ میں نے ایک روز انتہائی سوچ بچار کے بعد نگاہِ منصفانہ سے تحقیق کا دامن پکڑنے کا فیصلہ کیا اور اُن کتابوں کی تلاش شروع کر دی جن سے معترضین مرزا قادیانی کی سیرت اور اُس کی تحریرات پر اعتراضات وارد کرتے تھے۔ اُن کتابوں میں مرزا قادیانی کی اپنی اور اُس کے مریدوں کی کتابیں شامل تھیں۔

> **مرزا قادیانی انگریز کا لے پالک اور جھوٹا مدعی نبوت تھا جس کی شخصیت چالبازیوں' دھوکہ دہیوں' سیاہ کاریوں اور بہت سی منفی عادات کی گرد سے اَٹی ہوئی تھی**

آخر ایک مدت کی جاں فشانیوں اور عرق ریزیوں کے بعد میں مرزا قادیانی کی تحریر کردہ اور دیگر قادیانی کتب حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ پھر خالی الذہن ہو کر مع سیاق وسباق اُن کتب کا مطالعہ کیا گیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ فی الحقیقت اُن کتب کی تحریرات سے یہی عیاں ہوتا تھا کہ مرزا قادیانی انگریز کا لے پالک اور جھوٹا مدعی نبوت تھا جس کی شخصیت چالبازیوں' دھوکہ دہیوں' سیاہ کاریوں اور بہت سی منفی عادات کی گرد سے اَٹی ہوئی تھی۔ قادیانی کتب میں جب میں نے مرزا قادیانی اور اس کی ذریت کے عقائد پڑھے تو میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوگیا اور میں نے مرزا قادیانی کذاب پر کروڑوں لعنتیں بھیج کر اسلام قبول کرلیا۔

میرے گلشن اسلام میں داخل ہونے کی ایک بڑی وجہ میرے وہ خواب بھی تھے، جو میری دینی دلچسپی کے لئے چراغِ راہ ثابت ہوئے۔ خاص طور پر ایک خواب تو مجھے اس دور میں آیا جب میں تقریباً تیرہ چودہ برس کا تھا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے محلے میں تشریف لائے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کے چند صحابہ کرامؓ بھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک میں پھلوں کا ایک طشت اٹھائے ہوئے بعض گھروں میں پھل بانٹ رہے ہیں۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری گلی میں جلوہ افروز ہوتے ہیں تو پھل بانٹتے بانٹتے ایک

قادیانیوں کے گھر سے پچھلے گھر کے پاس ہی رک جاتے ہیں اور آگے نہیں تشریف لاتے۔ میں اپنے گھر کے دروازے میں کھڑا یہ منظر دیکھ کر یک لخت پریشان ہو جاتا ہوں کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم آگے کیوں نہیں تشریف لا رہے؟ پھر جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نظر رحمت سے میری طرف دیکھ کر تبسم فرماتے ہیں اور واپس مڑ جاتے ہیں تب میری ساری پریشانی فوراً چھٹ جاتی ہے اور میں خوش ہو جاتا ہوں۔ اتنے میں میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

دوسرا خواب میں نے اس وقت دیکھا جب میں قادیانیت کے متعلق کافی تحقیق کر چکا تھا اور اس کو بہت حد تک جھوٹا گردان چکا تھا۔ اس خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا چٹیل میدان ہے۔ سورج کی آتشی کرنوں سے زمین کا سینہ بہت تپ چکا ہے۔ مجھ سے کچھ فاصلے پر آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ روشن ہے جو مزید گرمی کا باعث بن رہا ہے۔ اتنے میں ایک خوفناک قسم کا فرشتہ قادیانیوں کے جھوٹے نبی مرزا قادیانی کو اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑے میری طرف آتا ہے اور اپنے دائیں ہاتھ سے میری بھی کلائی پکڑ کر اُس آگ کی جانب دوڑنا شروع کر دیتا ہے۔ میں اُس سے اپنی کلائی چھڑانے کی بہت کوشش کرتا ہوں' لیکن وہ نہیں چھوڑتا اور آگ کی طرف بھاگتا چلا جاتا ہے۔ جیسے جیسے ہمارے اور اُس آگ کے درمیان فاصلہ سمٹتا جاتا ہے ویسے ویسے گرمی کی شدت بھی بڑھتی جاتی ہے۔ آخر وہ فرشتہ یک لخت مجھے چھوڑ دیتا ہے اور میں قلابازیاں کھاتا ہوا زمین پر گر جاتا ہوں۔ گرنے کے فوراً بعد میں جیسے ہی سر اٹھا کر اُس فرشتے کی جانب دیکھتا ہوں تو وہ الاؤ کے بہت قریب پہنچ کر مرزا قادیانی کو اُس میں پھینک دیتا ہے۔ آگ بھوکے شیر کی طرح مرزا قادیانی پر جھپٹتی ہے اور اُسے اپنے اندر گہرائی میں لے جاتی ہے، اس کے ساتھ ہی میرے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلتی ہے اور میں گھبرا کر اُٹھ جاتا ہوں۔ میرا سارا جسم پسینے سے شرابور ہو جاتا ہے۔ بیدار ہونے کے فوراً بعد یہ وہ موقع تھا جب میں نے بغیر کوئی لمحہ ضائع کئے قادیانیت پر مکمل طور پر لعنت بھیجی اور اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ الحمدللہ!

ظاہری بات ہے کہ مجھے بھی مسائل کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ ان کے گھر سے ایک شخص کا مسلمان ہو جانا اور ان کو مطعون ٹھہرانا بھلا ان کو کیسے اچھا لگ سکتا تھا، میرے قبول اسلام کے بعد مخالفت کی جو تند و تیز آندھیاں چلیں اور ایمان کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جانے والے سیلاب آئے ان میں حائل اگر خدائے لم یزل کی عطا کردہ ثابت قدمی اور حضور رحمت عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ فیضان نہ ہوتی تو یقیناً ایسی پیش آمدہ چیرہ دستیوں سے میرا ایمان چراغ سحر کی طرح ٹمٹمانے کے بعد کبھی کا گل ہو چکا ہوتا۔ کیوں کہ میرے اسلام قبول کرنے کی خبر قادیانیوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ انھیں میرا قبول اسلام نہایت گراں گزرا۔ اس مسئلے کے فوری حل کے لئے انھوں نے اپنے لاہور کے سب بڑے سینٹر اور عبادت خانے دارالذکر میں اپنے جماعتی عہدے داران مربیوں (قادیانی پنڈتوں) اور ہمارے گھر کے بعض ذمہ دار افراد کا اجلاس طلب کیا۔ اس اجلاس میں مختلف قادیانی پنڈتوں کی ڈیوٹی لگادی گئی کہ انہوں نے ہر روز مجھے میرے گھر میں جا کر اس بات کا درس دینا ہے کہ اس دنیا میں صرف قادیانیت ہی ایک سچا مذہب ہے اور مسلمانوں والا اسلام نہایت لغتی ہے (نعوذ باللہ!) اس اجلاس میں جماعتی عہدے داران نے میرے باپ اور بھائیوں کو بھی خوب ملامت کی کہ ان سے ایک بچہ نہیں سنبھالا گیا۔ (اس وقت میری عمر تقریباً 16 یا 17 سال تھی) اگر اس کے بگڑتے ہوئے عقائد کو اپنے رعب کے پہیے تلے کچل دیا ہوتا تو اس کی کیا جرأت تھی کہ وہ غیر احمدیت (اسلام) قبول کرتا۔ لہٰذا میرے باپ اور بھائیوں کی سزا یہ تجویز کی گئی کہ انھیں اب ہر صورت میں مجھے قادیانیت کے اندھے کنوئیں میں دوبارہ دھکیلنا ہے۔ چاہے اس سلسلے میں انھیں سخت سے سخت اقدامات کرنے پڑیں یا بڑے سے بڑا لالچ بھی دینا پڑے تو کوئی پرواہ نہیں۔ اجلاس کے فوراً بعد قادیانی پنڈتوں اور ہمارے گھر والوں نے اپنے مشن کا آغاز کر دیا۔ اب ہر روز ہمارے گھر میں کوئی نہ کوئی قادیانی پنڈت آتا اور مجھے سمجھانے کی سر توڑ کوششیں کرتا کہ قادیانیت ایک زندہ مذہب ہے جس کا نام اسلام ہے اور مسلمانوں والا اسلام ایک مردہ اسلام ہے۔ اب جس نے نجات کا لباس پہننا ہے وہ پہلے مرزا قادیانی کو اللہ کا نبی اور رسول مانے۔ تب اسے جنت ملے گی، وگرنہ وہ کافر اور جہنمی ہی رہے گا۔ (نعوذ باللہ!) مجھ سے جہاں تک ممکن ہوتا میں قادیانی پنڈت کو اس کی خرافات کا جواب دیتا اور وہ کوئی بات بنتی نہ دیکھ کر واپس چلا جاتا۔

ایک طرف قادیانی پنڈت میرے ایمان کے ننھے پھولوں کو مسلنے کی کوششوں میں مصروف تھے تو دوسری طرف ہمارے گھر والوں کے بدلتے رویے بپھری ہوئی آندھیاں بن کر میرے دل میں روشن ختم نبوت کے چراغ کو گل کرنے کی کوششوں میں سرگرم عمل تھے۔ اس سلسلے میں کبھی تشدد کے حربے استعمال کئے جاتے تو کبھی لالچ کے ہتھیاروں سے کام لیا جاتا، کبھی بائیکاٹ کا خوف دلایا جاتا، کبھی جائیداد سے عاق کرنے کی دھمکیاں دی جاتیں۔ لیکن اللہ رب العزت کی عطا کردہ ثابت قدمی کے پہاڑ کے آگے ان ارتدادی آندھیوں کا کوئی زور نہ چلتا اور میرا

ایمان مزید قوی ہوتا جاتا۔

میرے قبول اسلام کے بعد میرے اللہ پاک نے مجھ سے مرزا قادیانی کے خلاف ہی ایک کام لیا، وہ یہ کہ میں نے مرزا قادیانی کے کردار اور قادیانیت کے بارے میں ایک اچھوتے اور نرالے موضوع پر ایک کتاب لکھی، جس کا نام ہے ’’قادیانیت اسلام اور سائنس کے کٹہرے میں‘‘۔ اس کتاب میں میں نے بحوالہ قرآن پاک‘ احادیث رسول‘ جدید سائنس اور مرزائی کتب سے یہ ثابت کیا کہ مرزا قادیانی بہت بڑا کذاب، فاتر العقل اور ذہنی وجسمانی مریض تھا اور یہ واضح کیا کہ قادیانی مذہب جسے مغربی ڈاکٹروں نے بھی ابلیس کا پھندا، ہوسِ زر کا دھندہ، انسانیت کا مقتل، شیطانی ڈرامہ اور دنیا و آخرت کا جہنم قرار دے دیا جبکہ اسلام اسے پہلے ہی باطل اور اس کے ماننے والوں کو کافر، مرتد، زندیق، شاتم رسول اور واجب القتل قرار دیتا ہے۔ اس کتاب کا انگلش میں ترجمہ حکومت پنجاب کے سینئر سیکرٹری احمد علی ظفر صاحب نے کیا۔ اس کے بعد بیرون ممالک میں بھی ہزاروں کی تعداد میں پہنچی، جسے پڑھ کر سینکڑوں قادیانیوں نے مرزا قادیانی اور قادیانی مذہب پر کروڑوں لعنتیں بھیج کر اسلام قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میری انفرادی دعوت سے دوسو سے زائد قادیانی راہ راست پر آ چکے ہیں، (الحمدللہ!)

قادیانیت سے تائب ہونے کے بعد والد اور بھائیوں نے بہت تکلیفیں پہنچائیں، والدہ مسلمان ہو گئیں تھیں جس کی وصیت کے مطابق ان کا جنازہ عالم دین نے پڑھانا تھا مگر والد اور بھائیوں نے قادیانیوں کو جمع کر لیا تھا، میں نے مسجد میں اعلان کرایا جس کے بعد قادیانی اور مسلمان آمنے سامنے آ گئے تھے، الحمدللہ! والدہ مسلمانوں کے قبرستان میں مدفون ہیں۔ پنجاب کے مختلف اضلاع میں اب تک 300 سے زائد قادیانی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو چکے ہیں، اب تک 6 کتابچے اور 2 کتابیں لکھ چکا ہوں۔

میرے اسلام قبول کرنے کے بعد میرے لئے سب سے اہم مرحلہ یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح میرے اہل خانہ اور خصوصاً میری والدہ اسلام لے آئیں، وہ فکر جس کے باعث میرے ماتھے پر تشویش کی سلوٹیں پڑتیں اور میں راتوں کو بے چینی سے کروٹیں بدلتا وہ یہ تھی کہ کسی طرح ہمارے گھر والے خصوصاً میری زندگی کی سب سے عظیم ہستی میری پیاری ماں اسلام کے مہکتے گلستان میں داخل ہو جائے اور جہنم کے بھڑکتے شعلوں سے بچ جائے۔ لہٰذا میں نے ہمت کر کے سب سے پہلے اپنی پیاری ماں کو اسلام کی دعوت دینا شروع کی۔ ایک تو وہ پہلے ہی مجھ سے ناراض تھیں اور دوسرا اس دعوت کی وجہ سے مزید ناراض ہو گئیں۔ لیکن میں نے ہمت جاری رکھی، انھیں دنوں ہمارے گھر میں ایک قادیانی پادری آیا جس کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں نے مناظرے میں چاروں شانے چت کر دیا اور وہ ذلیل و رسوا ہو کر ہمارے گھر سے بھاگ گیا، اس مناظرے کا اثر میری پیاری ماں پر بہت زیادہ ہوا۔ مزید میں انھیں قادیانیوں کی کتابوں میں چھپے کفریہ عقائد سے آگاہ کرتا گیا جن میں مرزا قادیانی کو محمد رسول اللہ، اس کی بیہودہ گوئیوں کو وحی اللہ، اس کی فضول باتوں کو حدیث نبوی، اس کی غلیظ حرکتوں کو سنت رسول، اس کی فاحشہ بیویوں کو امہات المومنین، اس کے گمراہ خاندان کو اہل بیت رسول، اس کے بدکار ساتھیوں کو صحابہ کرام، اس کے درندہ صفت خلفاء کو خلفائے راشدین، اس کے گندے شہر (قادیان) کو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے بھی افضل لکھا گیا تھا (نعوذ باللہ)۔ اس تبلیغ کا اثر میری پیاری ماں پر یہ ہوا کہ اللہ پاک کی رحمت سے وہ رفتہ رفتہ سمجھتی گئیں کہ قادیانیت اسلام کے خلاف کتنا بڑا فتنہ اور فراڈ ہے۔ آخر انھوں نے میرے ہاتھ پر پوشیدہ طور پر اسلام قبول کر لیا اور مرزا قادیانی پر لعنت بھیج دی، الحمدللہ!

وہ وقت میں کبھی نہیں بھول سکتا جب میری اشکوں کی رم جھم ساری رات میری پیاری ماں کے سرہانے کو بھگوتی رہی اور اللہ تعالیٰ سے یہ فریاد کرتی رہی کہ وہ انھیں لمبی زندگی عطا فرمائے۔ انھیں دل کا شدید اٹیک ہوا تھا اور ڈاکٹروں نے نا اُمیدی کا اظہار کیا تھا۔ ساری رات میری پیاری ماں ہسپتال میں زیر علاج رہیں اور میں اکیلا اُن کے سرہانے درود وسلام اور دعا کا ورد کرتا رہا۔ لیکن افسوس اُن کی زندگی نے ان سے وفا نہ کی اور وہ مجھے اپنی ماتا سے محروم کر کے یونہی روتا ہوا چھوڑ گئیں اور 18رجولائی بروز جمعہ 2003ء کی صبح 67 برس کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! وفات سے ایک گھنٹہ قبل انہوں نے میرے پوچھنے پر دوبارہ اس بات کا اقرار کیا تھا کہ وہ قادیانی نہیں ہیں اور ساتھ یہ تاکید بھی کی تھی کہ اگر مجھے کچھ ہو جائے تو مسلمان میرا جنازہ پڑھیں اور مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ جب میں نے اپنے گھر والوں کے سامنے اس نصیحت کا ذکر کیا تو انھوں نے یقین نہ کیا اور اپنے قبرستان میں قبر کی کھدائی کا آرڈر دے دیا۔ قادیانی پنڈت اور قادیانی رشتے دار ہمارے گھر میں اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن میں نے موقع کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے اپنے دوستوں اور اہل محلہ میں یہ اعلان کر دیا کہ میری ماں مسلمان تھیں اور ان کی یہ وصیت تھی کہ مسلمان میرا جنازہ پڑھیں۔ اس اعلان کے سننے کی دیر تھی کہ ہماری ساری گلی مسلمان مجاہدین سے بھر گئی۔ میرے دوستوں نے مزید رابطے کر کے پورے شہر کے نامور علماء کرام کو بھی اکٹھا کر لیا۔ خطیب ختم نبوت جناب

مولانا غلام حسین کیالوی مدظلہ نے جنازہ پڑھایا اور میری پیاری ماں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ درجنوں کی تعداد میں قادیانی پاس کھڑے یہ سارا منظر دیکھتے رہے لیکن کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ وہ جنازے کی چارپائی کو ہاتھ بھی لگا سکے یا کسی بھی قسم کی کوئی مداخلت کر سکے۔

وفات کے بعد اکثر میری پیاری ماں مجھے میرے خوابوں میں نہایت خوشنما جگہوں پر ملتی رہتی ہیں، اور یہ حوصلہ دیتی رہتی ہیں کہ میرے بیٹے! مرتے دم تک ہمت نہ ہارنا، مشکلات اور پریشانیوں سے کبھی مت گھبرانا، اپنے گھر والوں اور دوسرے قادیانیوں کو دعوت و تبلیغ کرتے رہنا۔ اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوتے ہیں۔ میں قادیانیت کی دلدل سے نکل کر آیا ہوں اس لئے میں یہ بات مسلمانوں تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ ''مرزا قادیانی اور اس کی ذریت نے اپنے غلیظ قلم کے ساتھ جس بے باکی سے اللہ تعالیٰ' کتاب اللہ اور اس کے مقرب بندوں کی توہین کا ارتکاب کیا ہے' اس کی مثال پوری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی مرزا قادیانی کی یہ بکواسات آج بھی چھپ رہی ہیں۔ اور ان کا جواب روز محشر ہم سب کو دینا ہوگا کہ تمہارے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہا گیا' حضور رحمت عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی گئی' انبیاء کرام علیہم السلام پر زبان درازی کی گئی' کتاب و سنت کے بارے میں توہین آمیز الفاظ استعمال کیے گئے' شمع ناموس رسالت کے پروانوں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر پھبتیاں کسی گئیں، تم نے کیا کیا؟ تمہارے قلب و جگر کس قدر شق ہوئے؟ تمہاری آنکھوں میں کتنی سرخ ڈوریاں اتریں؟ اللہ پاک نے تمہیں ہاتھوں سے نوازا تھا، ان ہاتھوں سے ختم نبوت کے دفاع کے لئے کیا کام لیا؟ تمہیں عمدہ ذہن عنایت کیا گیا تھا' اس ذہن سے کتنے کفریہ منصوبے ناکامی کی بھینٹ چڑھائے؟ تم کو علم کی شمع سے روشن کیا گیا تھا' اس روشنی سے کتنی ارتدادی اندھیر نگریوں کو ضوفشاں کیا۔ لیکن اُس وقت جب تمام رشتے ناطے کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ جائیں گے' ہمارے اپنے ہمارا ساتھ دینے سے انکار کر دیں گے' بھوک اور پیاس کا قحط پڑے گا، زبان سوکھ کر کانٹا بن جائے گی' انسان اپنی کہنیوں تک اپنا گوشت کھا جائے گا۔ سورج سوانیزے پر آ جائے گا اور پچاس ہزار برس کا ایک دن ہوگا تو ایسی حالت میں اگر ہمارے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہ ہوا تو ہماری زبان قبرستان کی خاموشی کا روپ دھار لے گی' اور ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط کر دیا جائے گا، جس سے ہماری مبہوت شکلیں مسخ کر کے ہمیں آتش جہنم کی طرف روانہ کر دیا جائے گا۔

الحمدللہ! میں نے اب تک درجنوں کتابچے اور چند کتابیں تحریر کی ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ جو میں نے قادیانیت میں رہ کر قریب سے دیکھا ہے اس سے لوگوں کو آگاہ کروں، ان کتابچوں میں ''قادیانیت اسلام و سائنس کے کٹہرے میں'' سرفہرست ہے جس کے اب تک اٹھائیس ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور اس کا انڈیا میں انگریزی ترجمہ بھی شائع ہوا ہے، جس کے بعد لاہور میں پنجاب کے سابق بیوروکریٹ احمد علی ظفر نے ترجمہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ چھ مزید کتابچے ہیں جن میں: ''قادیانی اور قادیانی نوازوں کا عبرتناک انجام، قادیانیوں کی کفریہ سرگرمیوں پر ایک نظر، فتنہ قادیانیت کی بنیاد، میرا قبول اسلام مرزائیت پر برق، قادیانی قلعہ میں دراڑیں'' شامل ہیں، اس کے علاوہ بھی مزید کام کیا جا رہا ہے۔ ''قادیانیت اسلام و سائنس کے کٹہرے میں'' کے بارے میں شیخ راحیل احمد جو جرمنی میں مرزائی تنظیم کے سربراہ تھے وہ جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے اس کتاب کے متعلق کہا تھا کہ جب یہ کتاب جرمنی آئی تھی تو اس وقت اس سے قادیانیوں میں واویلا مچ گیا تھا مگر جس جس نے پڑھی وہ قادیانی رہ نہ سکا۔ میرے چار بھائی ہیں جن میں سے تین بھائی اپنی اپنی فیملیوں سمیت مسلمان ہو چکے ہیں اور والد صاحب بھی مسلمان ہو چکے ہیں اور بہن بھی اپنے خاندان کے پندرہ افراد سمیت مسلمان ہو چکی ہے میرے خاندان کے لگ بھگ پچاس افراد مسلمان ہو چکے ہیں۔

(روزنامہ امت کراچی)

دین کے دوسرے کاموں کی نفی نہ کریں، ان کی تحقیر نہ کریں: مولانا زاہد الراشدی

جس شعبہ کا ذوق ہو اور جس محاذ پر کام کرنے کا رجحان ہو اسی میں کام کریں لیکن ایسا ضرور کریں، پیچھے نہ بیٹھیں اور گریز نہ کریں۔ جبکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ دین کے دوسرے کاموں کی نفی نہ کریں، ان کی تحقیر نہ کریں، ان کا مذاق نہ اڑائیں اور ان کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ہمارا عام طور پر یہ مزاج بن گیا ہے کہ دینی جدوجہد کے جس شعبے میں خود کام کر رہے ہیں بس اسی کی اہمیت و ضرورت بیان کرتے ہیں جبکہ دوسرے کاموں کی نفی کرتے ہیں، مذاق اڑاتے ہیں، تخفیف و تحقیر کرتے ہیں اور ان کے خلاف لوگوں کی ذہن سازی سے بھی باز نہیں آتے۔ یہ غلط بات ہے اس سے بہرحال گریز کرنا ہوگا۔ اپنے ذوق و اسلوب کے شعبے میں خوب محنت سے کام کریں اور اس کے تقاضے پورے کریں لیکن اس کے ساتھ دیگر شعبوں اور ان میں کام کرنے والوں کا احترام کریں، باہمی احترام کا مجموعی ماحول پیدا کریں اور حسب ضرورت ان سے تعاون کریں اور اگر آپ خدانخواستہ ایسا نہ کر سکیں تو ان کے بارے میں کم از کم خاموشی ضرور اختیار کریں جو میرے نزدیک ''اضعف الایمان'' کا درجہ ہے۔ (روزنامہ اوصاف اسلام آباد ۲۳ رجون ۲۰۱۸ء)

امام الھند

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کا سفرِ آخرت

شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا آزاد محض سیاست داں ہوتے تو ممکن تھا حالات سے سمجھوتہ کر لیتے، لیکن شدید احساسات کے انسان تھے، اپنے دور کے سب سے بڑے ادیب، ایک عصری خطیب، ایک عظیم مفکر اور عالم متبحر، ان لوگوں میں سے نہیں تھے، جو اپنے لئے سوچتے ہیں، وہ انسان کے مستقبل پر سوچتے تھے، انہیں غلام ہندوستان نے پیدا کیا اور آزاد ہندوستان کے لئے جی رہے تھے، ایک عمر آزادی کی جدوجہد میں بسر کی اور جب ہندوستان آزاد ہوا تو اس کا نقشہ ان کی منشا کے مطابق نہ تھا، وہ دیکھ رہے تھے کہ ان کے سامنے خون کا ایک سمندر ہے، اور وہ اس کے کنارے پر کھڑے ہیں، ان کا دل بیگانوں سے زیادہ یگانوں کے چرکوں سے مجروح تھا، انہیں مسلمانوں نے سال ہا سال اپنی زبان درازیوں سے زخم لگائے اور وہ ان تمام حادثوں کو اپنے دل پر گزارتے رہے۔

آزادی کے بعد بھی سانحے دس سال کی مسافت میں ان کے لئے جان لیوا ہو گئے، ۱۲ر فروری ۱۹۵۸ء کو آل انڈیا ریڈیو نے خبر دی کہ مولانا آزاد علیل ہو گئے ہیں، اس رات کابینہ سے فارغ ہو کر غسل خانے میں گئے، یکا یک فالج نے حملہ کیا اور اس کا شکار ہو گئے، پنڈت جواہر لال نہرو اور رادھا کرشنن فوراً پہنچے، ڈاکٹروں کی دوڑ لگ گئی، مولانا بے ہوشی کے عالم میں تھے، ڈاکٹروں نے کہا کہ ۴۸ گھنٹے گزرنے کے بعد وہ رائے دے سکیں گے کہ مولانا خطرے سے باہر ہیں یا خطرے میں ہیں۔

ادھر آل انڈیا ریڈیو نے برِاعظم میں تشویش پیدا کر دی اور یہ تاثر عام ہو گیا کہ مولانا کی حالت خطرہ سے خالی نہیں ہے، ہر کوئی ریڈیو پر کان لگائے بیٹھا اور مضطرب تھا، مولانا کے بنگلہ میں ڈاکٹر راجندر پرساد (صدر جمہوریہ ہند)، پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم، مرکزی کابینہ کے ارکان، بعض صوبائی وزرائے اعلیٰ اور اکابر علماء کے علاوہ ہزار ہا انسان جمع ہو گئے، سبھی پریشان تھے، ۱۹ر فروری کو موت کا خدشہ یقینی ہو گیا۔

کسی کے حواس قائم نہ تھے، پنڈت جواہر لال نہرو رفقاء سمیت اشکبار چہرے سے پھر رہے تھے، ہر کوئی حزن وملال کی تصویر تھا۔ ہندوستان بھر کی مختلف شخصیتیں آچکی تھیں۔ جب شام ہوئی، ہر امید ٹوٹ گئی۔ عشاء کے وقت سے قرآن خوانی شروع ہو گئی، مولانا حفیظ الرحمن سیوہاروی، مولانا سید محمد میاں، مفتی عتیق الرحمن، سید صبیح الحسن، مولانا شاہد فاخری اور بیسیوں علماء و حفاظ تلاوت کلام الٰہی میں مشغول تھے۔ آخر ایک بجے شب سورہ یٰسین کی تلاوت شروع ہو گئی اور ۲۲ر فروری کو ۲:۱۵ بجے شب مولانا کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

اس وقت بھی سینکڑوں لوگ اضطراب میں کھڑے تھے، جوں ہی رحلت کا اعلان ہوا تمام سناٹا چیخ وپکار سے تھرا گیا۔ دن چڑھے تقریباً ۲ لاکھ انسان کوٹھی کے باہر جمع ہو گئے۔ تمام ہندوستان میں سرکاری وغیر سرکاری عمارتوں کے پرچم سرنگوں کر دیئے گئے، ملک کے بڑے بڑے شہروں میں لمبی ہڑتال ہو گئی، دہلی میں ہو کا عالم تھا، حتیٰ کہ بینکوں نے بھی چھٹی کر دی، ایک ہی شخص تھا جس کے لئے ہر مذہب کی آنکھ میں آنسو تھے، بالفاظ دیگر مولانا تاریخ انسانی کے تنہا مسلمان تھے؛ جن کے ماتم میں کعبہ و بت خانہ ایک ساتھ سینہ کوب تھے، پنڈت جواہر لال نہرو موت کی خبر سنتے ہی دس منٹ میں پہنچ گئے اور بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گئے، انہیں یاد آ گیا کہ مولانا نے آج ہی صبح انہیں ''اچھا بھائی! خدا حافظ'' کہا تھا۔

ڈاکٹروں نے ۲۱ر فروری کی صبح کو ان کے جسم کی موت کا اعلان کر دیا اور حیران تھے کہ جسم کی موت کے بعد ان کا دماغ کیوں کر ۲۴ گھنٹے زندہ رہا۔ ڈاکٹر بدھان چندر رائے (وزیر اعلیٰ بنگال) نے انجکشن دینا چاہا تو مولانا نے آخری سہارا لے کر آنکھیں کھولیں اور فرمایا ''ڈاکٹر صاحب! اللہ پر چھوڑ دیجئے۔'' اس سے پہلے معالجین کے آکسیجن گیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''مجھے اس پنجرہ میں کیوں قید کر رکھا ہے؟ اب معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔''

میجر جنرل شاہنواز راوی تھے کہ تینوں دن بے ہوش رہے، ایک آدھ منٹ کے لئے ہوش میں آئے؛ کبھی کبھار ہونٹ جنبش کرتے تو ہم کان لگاتے کہ شاید کچھ کہنا چاہتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ آیات قرآنی کا ورد کر رہے ہیں، پنڈت نہرو کے دو منٹ بعد ڈاکٹر راجندر پرساد آ گئے، ان کی آنکھوں میں آنسو ہی آنسو

تھے، آن واحد میں ہندوستانی کابینہ کے شہ دماغ پہنچ گئے، ہر ایک کا چہرہ آنسوؤں کے پھوار سے تر تھا اور ادھر ادھر ہچکیاں سنائی دے رہی تھیں۔ مسز مہابیر تیاگی سراپا درد تھے، ڈاکٹر رادھا کرشنن نے آب دیدہ ہو کر کہا: ''ہندوستان کا آخری مسلمان اٹھ گیا، وہ علم کے شہنشاہ تھے۔''

کرشن مین سکتے میں تھے، پنڈت پنت یاس کے عالم میں تھے، مرار جی ڈیسائی بے حال تھے، لال بہادر شاستری بلک رہے تھے، ڈاکٹر ذاکر حسین کے حواس معطل تھے۔ مولانا قاری محمد طیب غم سے نڈھال تھے، مولانا حفظ الرحمٰن کی حالت دگرگوں تھی، ادھر زنانہ میں مولانا کی بہن آرزو بیگم تڑپ رہی تھیں.... اب کوئی آرزو نہیں باقی!

ان کے گرد اندرا گاندھی، بیگم ارونا آصف علی اور سینکڑوں دوسری عورتیں جمع تھیں۔ اندرا کہہ رہی تھیں: ''ہندوستان کا نور بجھ گیا'' اور ارونا رو رہی تھیں:

''ہم ایک عظمت سے محروم ہو گئے۔''

پنڈت نہرو کا خیال تھا کہ مولانا تمام عمر عوام سے کھنچے رہے، ان کے جنازہ میں عوام کے بجائے خواص کی بھیڑ ہوگی۔ لیکن جنازہ اٹھا تو کنگ ایڈورڈ روڈ کے بنگلہ نمبر ۴ کے باہر ۲ لاکھ سے زائد عوام کھڑے تھے اور جب جنازہ انڈیا گیٹ اور ہارڈنگ برج سے ہوتا ہوا دریا گنج کے علاقہ میں پہنچا تو ۵ لاکھ افراد ہو چکے تھے، صبح ۴ بجے میت کو غسل دیا گیا اور کفنا کر ۹ بجے صبح کوٹھی کے پورٹیکو میں پلنگ پر ڈال دیا گیا۔ سب سے پہلے صدر جمہوریہ نے پھول چڑھائے، پھر وزیر اعظم نے، اس کے بعد غیر ملکی سفراء نے۔ کئی ہزار برقعہ پوش عورتیں مولانا کی میت کو دیکھتے ہی دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں، ان کے ہونٹوں پر ایک ہی بول تھا: ''مولانا آپ بھی چلے گئے، ہمیں کس کے سپرد کیا ہے؟''

ہندو دیویاں اور کنیائیں مولانا کی نعش کو ہاتھ باندھ کر پرنام کرتی رہیں۔ ایک عجیب عالم تھا، چاروں طرف غم واندوہ اور رنج وگریہ کی لہریں پھیلی ہوئی تھیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو کی بے چینی کا یہ حال تھا کہ ایک رضا کار کی طرح عوام کے ہجوم میں گھس جاتے اور انہیں بے ضبط ہجوم کرنے سے روکتے، پنڈت جی نے تین چار سکیورٹی افسروں کو دیکھا تو ان سے پوچھا:

''آپ کون ہیں؟''

''سکیورٹی افسر۔''

''کیوں؟''

''آپ کی حفاظت کے لئے۔''

''کیسی حفاظت؟ موت تو اپنے وقت پر آ کے رہتی ہے، بچا سکتے ہو تو مولانا کو بچا لیتے؟''

شری پربودھ چندر راوی تھے کہ پنڈت جی نے یہ کہا اور بلک بلک کر رونے لگے، ان کے سکیورٹی افسر بھی اشکبار ہو گئے، ٹھیک پون بجے میت اٹھائی گئی، پہلا کندھا عرب ملکوں کے سفراء نے دیا، جب کلمہ شہادت کی صداؤں میں جنازہ اٹھا تو عربی سفراء بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، جوں ہی بنگلہ سے باہر کھلی توپ پر جنازہ رکھا گیا تو کہرام مچ گیا، معلوم ہوتا تھا پورا ہندوستان رو رہا ہے، مولانا کی بہن نے کوٹھی کی چھت سے کہا:

''اچھا بھائی! خدا حافظ۔''

پنڈت پنت نے ڈاکٹر راجندر پرساد کا سہارا لیتے ہوئے کہا:

''مولانا جیسے لوگ پھر کبھی پیدا نہ ہوں گے اور ہم تو کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔''

مولانا کی نعش کو کوٹھی کے دروازہ تک چارپائی پر لایا گیا، کفن کھدر کا تھا، جسم ہندوستان کے قومی پرچم میں لپٹا ہوا تھا، اس پر کشمیری شال پڑا تھا اور جنازہ پر نیچے دہلی کی روایت کے مطابق غلاف کعبہ ڈالا گیا تھا۔ پنڈت نہرو، مسٹر ڈھیبر صدر کانگریس، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، جنرل شاہ نواز، پروفیسر ہمایوں کبیر، بخشی غلام محمد اور مولانا کے ایک عزیز جنازہ گاڑی میں سوار تھے۔ ان کے پیچھے دوسری گاڑی میں صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجندر پرساد اور ڈاکٹر رادھا کرشنن نائب صدر کی موٹر تھی۔ ان کے بعد کاروں کی ایک لمبی قطار تھی جس میں مرکزی وزراء، صوبائی وزرائے اعلیٰ، گورنر اور غیر ملکی سفراء بیٹھے تھے۔

ہندوستانی فوج کے تینوں چیفس جنازے کے دائیں بائیں تھے۔ تمام راستہ پھولوں کی موسلا دھار بارش ہوتی رہی۔ دریا گنج سے جامع مسجد تک ایک میل کا راستہ پھولوں سے اٹ گیا۔ جب لاش لحد تک پہنچی تو ایک طرف علماء وحفاظ قرآن مجید پڑھ رہے تھے، دوسری طرف اکابر فضلاء سر جھکائے کھڑے تھے۔

اس وقت میت کو بری فوج کے ایک ہزار نوجوانوں، ہوائی جہاز کے تین سو جانبازوں اور بحری فوج کے پانچ سو بہادروں نے اپنے عسکری بانکپن کے ساتھ آخری سلام کیا، مولانا احمد سعید دہلوی صدر جمعیت علماء ہند نے ۲:۵۰ پر نماز جنازہ پڑھائی، پھر لحد میں اتارا، کوئی تابوت نہ تھا، اور اس طرح روئے کہ ساری فضاء اشکبار ہو گئی، تمام لوگ رو رہے تھے اور آنسو تھمتے ہی نہ تھے، مولانا کے مزار کا حدود اربعہ ''بوند مائنڈ'' کے تحت درج ہے۔

مختصر یہ کہ جامع مسجد اور لال قلعہ کے درمیان میں دفن کئے گئے، مزار کھلا ہے، اس کے اوپر سنگی گنبد کا طرہ ہے اور چاروں طرف پانی کی جدولیں اور سبزے کی روشیں ہیں۔ راقم جنازہ میں شرکت کے لئے اسی روز دہلی پہنچا، مولانا کو دفنا کر ہم ان کی کوٹھی میں گئے، کچھ دیر بعد پنڈت جواہر لال نہرو آ گئے اور سیدھا

مولانا کے کمرے میں چلے گئے، پھر پھولوں کی اس روش پر گئے، جہاں مولانا ٹہلا کرتے تھے، ایک گچھے سے سوال کیا:

"کیا مولانا کے بعد بھی مسکراؤ گے؟"

راقم آگے بڑھ کر آداب بجالایا، کہنے لگے:

"شورش تم آگئے؟ مولانا سے ملے؟"

راقم کی چیخیں نکل گئیں۔

مولانا ہمیشہ کے لئے رُخصت ہو چکے تھے اور ملاقات صبح محشر تک موقوف ہو چکی تھی۔

مختصر خاکہ:

قد طویل نہ قلیل، متوسط القامت، اکہرا بدن، نازک الجثہ، سرخ و سپید رنگ، بڑی بڑی آنکھیں، متحرک اور روشن، آخری عمر میں رنگ دار عینک کے شیشے اُن کا غلاف تھے، اس طرح پیشانی کی شکنوں اور آنکھوں کی لہروں سے پتا چلانا مشکل تھا کہ ان کے ذہنی پس منظر میں کیا ہے؟ چہرہ کتابی، ڈاڑھی بچی، آواز میں جمال و جلال، عجم کے حسنِ طبیعت اور عرب کے سوز دروں کی تصویر، طبیعت باغ و بہار، فطرت کم آمیز، مزاج میں سطوت، عوام سے بے نیاز، اُن سے ملنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا، اس حد تک خلوت پسند تھے کہ تنہا آئے اور تنہا چلے گئے۔ فقر و استغنا کے پیکر اور صبر جمیل کا مجسمہ، کئی کئی دن مہمان شرف ملاقات سے محروم رہتے۔ گفتگو کے بادشاہ، علم کے بحر ناپیدا کنار، خطابت کے شہسوار، قلم کے ایسے دھنی کہ بہ قول رشید احمد صدیقی: "الفاظ کو ربوبیت و نبوت کا جامہ پہنا دیتے اور دماغ سوچنے کی بجائے پوجنے کی طرف چلا جاتا۔" اُردو زبان کے سب سے بڑے خطیب (Orator)، لیکن مجمعوں سے نفور، سفر کے دل دادہ، سیاست دانوں میں عبقری، حافظہ بے پناہ، کتابوں کے دوست، مطالعہ کے مجنوں، قرن اوّل کے شبہ دماغ، مسلمانوں کی تصویر، عیب بینی اور عیب چینی سے متنفر، قرآن کے مفسر، کلام اللہ پر بقول حسن نظامی: "اتنا عبور کہ مصر و شام کے علمائے جدید بھی اس گہرائی و گیرائی تک پہنچنے سے معذور"، آزادی کی جدوجہد کے سالار، گم شدہ اسلاف کی یادگار، مستقبل کے نباض، چال میں طنطنہ، ڈھال میں ہمہمہ، بولتے تو پھول جھڑتے، مطالب کے فرش پر الفاظ کا رقص، چاروں طرف سحر چھا جاتا، وجدان جھومنے لگتے، سماعت موتی رولتی، اٹھارہ سو ستاون کی خوں خواری کے بعد اُنیس سو دس میں اسلام کی پہلی آواز، جس نے مسلمانوں کی پلکوں سے نیندیں اُتاریں اور اُن کے کانوں کا جھومر بن گئیں، اُن کے دلوں کا نگینہ اور رومانوں کا سفینہ ہو گئیں۔

لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی دو عظیم ہستیوں میں ایک اقبال تھا، جو بے بصر عقیدت کی بھینٹ ہو گیا، دوسرا ابوالکلام تھا، جو حصول آزادی کے آخری ایام میں مسلمانوں کی غضب ناک نفرت کا شکار رہا، ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی ہر زبان میں اُس کو گالی دی، وہ اُردو زبان کا سب سے بڑا اَدیب، سب سے بڑا خطیب اور سب سے بڑا سیاست داں تھا؛ لیکن ڈاکٹر ذاکر حسین کے الفاظ میں: "اُردو زبان کی ایسی کوئی گالی نہ تھی، جو مسلمانوں نے اُپنے اس سب سے بڑے محسن کو نہ دی ہو" وہ گالیاں کھاتا رہا اور دُعا دیتا رہا۔

(ابوالکلام آزاد: سوانح و افکار، ص:۳۸-۳۹)

NCS BOOK SELLER
نمبر 1 سوفٹویئر

کیا آپ جانتے ہیں آپکے اسٹاک میں کتنی کتابیں ہیں اور انکی مالیت کیا ہے
کیا آپکو معلوم ہے کہ آپ نے مارکیٹ سے کیا وصولی کرنی ہے اور کیا ادائیگی کرنی ہے
کیا آپکو اپنے ایجنٹوں سے لین دین بلحاظ شہر معلوم ہے
آپ کے تمام سوالوں کا جواب
آج ہی بک سیلرز جی۔ ایم کا سوفٹویئر لگوائیں اور کمپیوٹرائز دور میں داخل ہوں
اردو اور انگریزی میں دستیاب ہے
ncs
Call : 0332 36 46 824 , 0332 30 64 662
Write: nextcenturysoftware@gmail.com
Visit : www.ncs-pk.com

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے، عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے، اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں پسندیدگی کی سند لینے لگی، جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا فضل محمد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص، صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اور ان کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔ چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بناء پر طویل ہوگیا تو انہوں نے اس کا نام "معتمد اور غیر معتمد تفاسیر" رکھ کر اسے کتابی شکل میں شائع کردیا۔ افادۂ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ "ختم نبوت" میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

(۳۳)

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

اس عبارت سے بھی اصلاحی صاحب یہی کوشش کررہے ہیں کہ مقام ابراہیم کی ثابت شدہ حقیقت کو لوگوں کے دلوں سے مٹا کر مسلمانوں کے اس تسلسل کو متزلزل کردے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مقام ابراہیم کی وجہ سے بطور یادگار قائم ودائم ہے، اصلاحی صاحب بلادلیل نیا رخ اختیار کردیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس پتھر کے متعلق یہ مشہور ہے، گویا لوگوں نے مشہور کیا ہے، حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔

اصلاحی صاحب کا شاذ نظریہ نمبر۱۳

﴿لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾

(البقرۃ: آیت:۱۴۳)

ترجمہ: "تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور رسول تم پر گواہی دینے والا۔" (شیخ الہند)

امین احسن اصلاحی نے یہاں امت محمدیہ کی گواہی دینے کو دنیا کے ساتھ خاص مانا ہے اور مفسرین پر رد کیا ہے کہ وہ اس کو آخرت کی گواہی بنارہے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں: ہمارے ارباب تاویل (تفسیر) نے عام طور پر شہادت کو آخرت سے متعلق مانا ہے کہ یہ امت گمراہوں کے خلاف انبیاء کی تائید میں آخرت میں شہادت دے گی کہ ان گمراہوں کو اللہ کا دین پہنچ چکا تھا، اس کے باوجود انہوں نے گمراہی کی روش اختیار کی لیکن ہمارے نزدیک اس تخصیص وتحدید کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (تدبر قرآن:۳۲۱)

تبصرہ:

مسند احمد کی صحیح حدیث کو امین احسن اصلاحی کہتے ہیں کہ کوئی دلیل نہیں، اس کے علاوہ دسیوں حدیثوں کو ٹھکرارہے ہیں۔ علامہ ابن کثیر نے مسند احمد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قیامت میں اس طرح عدالت قائم ہوگی، پھر امت محمدیہ انبیاء کرام کے حق میں گواہی دے گی، پھر اس گواہی پر جرح ہوگی، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی گواہی کا تزکیہ فرمائیں گے۔ احادیث میں آخرت کا یہ نقشہ موجود ہے اور جمہور مفسرین نے اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے، جیسا کہ تفسیر عثمانی ص:۲۷ پر تفصیل موجود ہے کہ اس گواہی کا تعلق آخرت کے معاملات سے ہے۔ اس کے باوجود امین احسن اصلاحی اس گواہی کو دنیا تک محدود مانتے ہیں تاکہ ان احادیث کا خود بخود انکار ہوجائے جو اس بارے میں وارد ہیں، سورۃ بقرہ کی آیت ۱۴۳ ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ واضح طور پر اس گواہی کے لئے دلیل ہے، لیکن اصلاحی صاحب فرماتے ہیں کہ اس گواہی پر کوئی دلیل نہیں۔ قرآن وحدیث اگر دلیل نہیں ہے تو ہم اصلاحی صاحب کے لئے کہاں سے دلیل لائیں گے؟ تورات وانجیل تو منسوخ ہوچکی ہیں۔

اصلاحی صاحب کا شاذ نظریہ نمبر۱۴

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللَّهِ﴾ (البقرۃ، آیت:۱۵۸)

ترجمہ: "بے شک صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔"

علامہ اصلاحی صاحب نے اپنے استاذ فراہی صاحب کی پیروی کرتے ہوئے اس آیت میں دو غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے، ایک غلطی یہ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مروہ کے پاس قربان کیا گیا تھا، چنانچہ لکھتے ہیں مولانا فراہی نے اپنی کتاب "الرای الصحیح فی من ھو الذبیح" میں پوری تفصیل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ اصل قربان گاہ، جہاں حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی تھی یہی مروہ ہے جس کا ذکر تورات میں آیا ہے۔ (تدبر قرآن، ص:۳۳۰)

تبصرہ:

اس تفسیر میں اصلاحی صاحب اور فراہی صاحب نے جمہور مفسرین وجمہور مسلمین سے الگ راستہ اختیار کیا ہے اور یہ راستہ غلط ہے کیونکہ حضرت اسماعیل کی قربان گاہ منیٰ میں ہے اور ایک حدیث میں آنحضرت نے منیٰ کے ایک کنارہ کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا "ھٰذا

مذبح "یہ قربان گاہ ہے اور آج تک مسلسل منیٰ ہی میں قربانی کی جاتی ہے، کیا صدیوں سے اربوں کھربوں یہ لوگ غلطی پر چلے آرہے ہیں؟ امین اصلاحی نے اس آیت کی تفسیر میں دوسری غلطی یہ کی ہے کہ صفا مروہ کے درمیان جو سعی کی جاتی ہے یہ حضرت ہاجرہ کے دوڑنے کی یادگار نہیں ہے بلکہ یہ حضرت ابراہیم کے اپنے بیٹے اسماعیل کی قربانی کی یادگار ہے اور اسی لئے وہاں سعی کی جاتی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "صفا اور مروہ بھی اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہیں ان کے شعائر میں سے ہونے کی وجہ عام طور پر تو یہ بیان کی جاتی ہے کہ انہیں دونوں پہاڑیوں کے درمیان حضرت ہاجرہ نے حضرت اسماعیل کے لئے پانی کی تلاش میں تگ ودو کی تھی لیکن استاذ امام فراہی کا رجحان اس بات کی طرف ہے کہ اصل قربان گاہ مروہ ہے، یہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں فرمانبردارانہ اور غلامانہ سرگرمی دکھائی، اس وجہ سے ان دونوں پہاڑیوں کو شعائر میں سے قرار دے دیا گیا اور ان کی سعی کی یادگار ہمیشہ کے لئے محفوظ کردی گئی۔ (تدبر قرآن:۳۲۱)

تبصرہ:

فراہی صاحب تو قرآن مجید کی تفسیر وتوضیح اور سمجھنے سمجھانے کے لئے سب سے پہلے تورات کی طرف جاتے ہیں، وہاں کی بات کو قرآن کے لئے حرف آخر سمجھتے ہیں، خواہ اس سے قرآن کی آیت میں تحریف کیوں نہ آتی ہو، تعجب ہے، ایک محرف اور منسوخ کتاب تورات سے غیر منسوخ اور نہایت محکم کتاب قرآن مجید کو پرکھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ امین اصلاحی صاحب نے بھی اوپر لکھا ہے کہ اس کا ذکر تورات میں ہے، تورات میں یہود نے اسلام کے احکامات مٹانے اور چھپانے کا بہت بڑا کام کیا ہے تاکہ اسلام کی نشاندہی غلط ثابت ہوجائے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات تک کو تورات میں تحریف کرکے بدل ڈالا ہے۔ اور اصلاحی صاحب تورات کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ تورات وانجیل ڈیٹ ایکسپائر ہوچکی ہیں، ڈیٹ ایکسپائر دوائی کھاؤ گے تو تباہ ہوجاؤ گے۔

اصلاحی صاحب کا شاذ نظریہ نمبر۱۵

﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَہِلَّۃِ﴾

(بقرہ، آیت:۱۸۹)

ترجمہ: "تجھ سے پوچھتے ہیں نئے چاند کا۔" (ترجمہ شیخ الہند)

اصلاحی صاحب یوں ترجمہ کرتے ہیں: وہ تم سے محرم مہینوں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ اصلاحی صاحب کا یہ ترجمہ غلط ہے اور اس نے ایک خاص مقصد کے لئے یہ غلط ترجمہ کیا ہے تاکہ چاند سے بات مہینوں کی طرف لے جائیں اور چاند کے گھٹنے بڑھنے کا مسئلہ ہی ختم ہوجائے۔ چنانچہ اس کی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں: سوال اشہر حرم اور ان کے احکام وآداب سے متعلق تھا، قرآن مجید میں سائلوں کے سوالات چونکہ اجمال اور اختصار کے ساتھ نقل ہوئے ہیں، اس وجہ سے عام اہل تاویل (مفسرین) کو یہ گمان ہوا کہ یہ سوال چاند کے گھٹنے بڑھنے سے متعلق تھا، لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ (تدبر قرآن:۴۷۲)

تبصرہ:

اصلاحی صاحب نے تمام مفسرین کی تفسیر کو مسترد کردیا جنہوں نے کہا کہ یہ سوال چاند کے گھٹنے بڑھنے سے متعلق تھا، حالانکہ ان مفسرین کی تفسیر کی بنیاد صحیح احادیث پر مبنی تھی، اسی طرح اصلاحی صاحب نے کئی صحیح احادیث سے دامن بچا کر آگے نکل گئے اور قوم کے سامنے غلط تفسیر رکھ دی ان کے ذہن میں ہر جگہ ربط کی فکر پڑی ہوئی ہے کہ بعد میں اشہر حرم کا تذکرہ ہوا ہے، لہٰذا یہاں بھی بات اشہر حرم سے متعلق ہونی چاہئے۔ امین اصلاحی اور حمید الدین فراہی نے ربط کے موہوم خیال کے تحت بہت ساری آیات میں تحریف قرآن کا ارتکاب کیا ہے۔ مصیبت بالائے مصیبت یہ ہے کہ یہ حضرات کسی دلیل کا حوالہ نہیں دیتے ہیں، حدیث سے تو چلو ان کو شوق نہیں ہے، لیکن کسی مفسر یا مؤرخ کی سند تو پیش کردیتے تاکہ تسلی ہوجاتی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات پہلے تورات وانجیل کا خوب مطالعہ کرتے ہیں، پھر آکر قرآن کی تفسیر لکھتے ہیں، یہ خالص تفسیر بالرای ہے جو بالکل حرام ہے۔ اگر اصلاحی صاحب سے پوچھا جائے کہ اگر یہ سوال اشہر حرم کے بارے میں تھا تو اس کے جواب میں ﴿قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ کا کیا مطلب ہے؟ یعنی سوال ہوا کہ اشہر الحرام کے کیا احکامات وآداب ہیں تو جواب ملا کہ یہ لوگوں کے اوقات کے تعین کے لئے ہیں اور حج کے اوقات کے لئے ہیں۔ سبحان اللہ! اصلاحی صاحب کی ناقص اور ناتمام ذہنیت ان کو کہاں لے جارہی ہے؟ جب یہ آیت اصلاحی صاحب کے سامنے آئی تو اس میں بھی غلط ترجمہ اور مطلب بیان کیا اور کہا: مطلب یہ ہے کہ یہ محترم مہینے لوگوں کی عوامی بہبود اور خاص کر حج اور عمرہ کی سہولتوں کے لئے مقرر کیے گئے ہیں۔ (تدبر قرآن، ص:۴۷۸)

دیکھنے والے دیکھیں اور پڑھنے والے پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ اصلاحی صاحب کی دانشوری اور تفسیر کے دعوے کہاں گئے؟ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص جمہور کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے اور ان کو غلط سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایسا ہی رسوا کردیتا ہے۔ میں اس کو رسوا نہ لکھوں تو کیا لکھوں؟ اگر خاموش رہوں تو کیسے خاموش رہوں؟ اگر لکھوں تو کیا لکھوں؟ حقیقت ظاہر کروں تو ان کا حلقہ ناراض ہوجائے گا، اگر ظاہر نہ کروں تو وہ بے چارے عقیدت وعصبیت کے اندھیروں میں پڑے رہیں گے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: اِذَا اَجَابَ الْعَالِمُ تَقِیَّۃً وَالْجَاھِلُ یَجْھَلُ فَاَنّٰی یَتَبَیَّنُ الْحَقُّ. یعنی: جب عالم کھل کر جواب نہ دے اور عوام بے خبر ہیں تو حق کس طرح واضح ہوگا؟ (جاری ہے)

رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

(۲۶)

حافظ عبیداللہ

شبہ نمبر 10

امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے بنی اسرائیل کے ایک نبی کے آنے کے تو مسلمان بھی قائل ہیں؟

قادیانی مربی اکثر عوام الناس کو یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ دیکھو مسلمان بھی یہ کہتے ہیں کہ امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے ایک نبی نے آنا ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ایک نبی نے آنا تھا، فرق صرف یہ ہے کہ مسلمان کہتے ہیں کہ وہ بنی اسرائیل کے پرانے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور ہم کہتے ہیں کہ کسی پرانے نبی نہیں آنا بلکہ اسی امت میں سے ایک نئے نبی نے آنا تھا جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

جواب ...... مسلمانوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس امت کی اصلاح کے لئے آنا ہے، احادیث میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہے کہ وہ دجّال کے قتل اور کسر صلیب وغیرہ کے لئے تشریف لائیں گے جس سے ثابت ہوا کہ وہ یہودیوں اور بگڑے ہوئے عیسائیوں کی اصلاح کے لئے نازل ہوں گے نہ کہ دین اسلام اور امتِ محمدیہ کی اصلاح کے واسطے، اللہ کی حکمت نے یہ چاہا کہ وہ پیغمبر جنہیں ایک گروہ خدا بنا کر گمراہ ہوا اور دوسرے گروہ نے ان کی نبوت کا انکار کر کے انہیں جھوٹا نبی کہا اور اپنی دانست میں طرح طرح کے عذاب دے کر صلیب پر قتل کر چکے اسی نبی کو ان دونوں گروہوں کے کذب کو ظاہر کرنے اور ان کے زعم فاسد کو توڑنے کے لئے زندہ رکھے او وہ خود اتر کر ان یہود ونصاریٰ کے سب عقائد کو باطل کریں، امت مسلمہ کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ بطور نبی امت محمدیہ کی طرف مبعوث کیا جائے گا ، آپ کی بعثت اصطلاحی صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی اور ایک خاص وقت تک تھی، اب آسمان سے نازل ہونے کے بعد آپ اپنی نبوت یا اپنی کتاب ''انجیل'' کی تبلیغ نہیں کرسکیں گے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت وکتاب کے تابع ہوکر نازل ہوں گے۔

شبہ نمبر 11

کیا عیسیٰ علیہ السلام خنزیروں کو قتل کرتے پھریں گے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر فرمایا ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ ''یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر'' کے الفاظ ہیں، دیکھا گیا ہے کہ قادیانی مربی احادیث نبویہ کے ان الفاظ کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد جنگلوں میں خنزیروں کو ڈھونڈھ کر ان کا شکار کرتے پھریں گے اور اسی طرح ساری دنیا کے چرچوں پر نصب صلیبیں توڑنے کی مہم پر نکلیں گے وغیرہ خرافات۔

جواب ...... پہلی بات یہ کہ احادیث میں ''یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر'' کے الفاظ ہیں جن کے اندر ''صلیب'' اور ''خنزیر'' مفرد کے الفاظ ہیں، لہٰذا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد صرف ایک صلیب کو اپنے دست اقدس سے لوگوں کے سامنے توڑ دیں اور صرف ایک خنزیر کو اپنے ہاتھ سے قتل کردیں اور پھر دنیا میں موجود باقی تمام صلیبوں کو توڑنے اور خنزیروں کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمادیں تو احادیث شریفہ میں بیان کردہ بات پوری ہوجائے گی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اپنے ہاتھ سے دنیا میں موجود ہر ہر صلیب کو توڑیں اور ہر ہر خنزیر کو قتل کریں گے۔

نیز اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اپنے ہاتھ سے ایک صلیب بھی نہ توڑیں اور ایک خنزیر بھی نہ قتل کریں بلکہ آپ کے حکم پر یہود ونصاریٰ خود یہ کام کردیں تو بھی حدیث شریف کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آتا، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں بادشاہ نے اتنے آدمیوں کو قتل کیا، یا ہٹلر نے اتنے لاکھ یہودیوں کو قتل کیا، جبکہ قتل بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے نہیں کئے ہوتے بلکہ اس کے حکم پر

جلاد نے کئے ہوتے ہیں، ہٹلر نے یہودیوں کا قتل نہیں کیا بلکہ اس کی فوج نے کیا لیکن نسبت بادشاہ اور ہٹلر کی طرف کردی جاتی ہے، یا جیسے آج قادیانی کہتے ہیں کہ 1974ء میں ہمیں ذوالفقار علی بھٹو (مرحوم) نے غیر مسلم اقلیت قرار دیا حالانکہ یہ پاکستان کی قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ تھا جسے تسلیم کرنا بھٹو مرحوم کے لئے ضروری تھا، تو چونکہ بھٹو صاحب اس وقت وزیراعظم تھے اس لئے اس آئینی ترمیم کی نسبت ان کی طرف کردی جاتی ہے، بالکل اسی طرح اگر عیسیٰ علیہ السلام کے حکم پر صلیب توڑنے اور خنزیر تلف کرنے کا کام خود صلیب کی پوجا کرنے والے اور خنزیر کھانے والے کردیں تو اس کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کرنا بالکل ٹھیک ہے۔

شبہ نمبر 12

کیا اللہ صرف آسمان میں ہے؟

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جانے کا مطلب مسلمان یہ بتاتے ہیں کہ انہیں آسمان پر لے جایا گیا، جبکہ اللہ صرف آسمانوں میں نہیں بلکہ ہر جگہ موجود ہے، لہٰذا اللہ کی طرف اٹھائے جانے کا مفہوم آسمان پر لے جانا بیان کرنا غلط ہے۔

جواب نمبر 1......آیئے اس کا جواب بھی مرزا قادیانی سے لیتے ہیں، اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کا اپنا من گھڑت مطلب بیان کرتے ہوئے لکھا:

’’صریح اور بدیہی طور پر سیاق وسباق قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے فوت ہونے کے بعد اُن کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔ وجہ یہ کہ قرآن شریف میں صاف طور پر لکھا گیا ہے کہ ہر ایک مومن جو فوت ہوتا ہے تو اس کی روح خدائے تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے اور بہشت میں داخل کی جاتی ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے: یاایتها النفس المطمئنة. ارجعی الی ربک راضیة مرضیة......‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اول، رخ 3 صفحہ 233)

مرزا کی اس تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ مومن جب فوت ہوتا ہے تو اس کی روح اللہ کی طرف اٹھائی جاتی ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی، یعنی اللہ کی طرف اٹھائے جانے کا مطلب آسمان کی طرف اٹھایا جانا، مرزا نے سورۃ الفجر کی جو آیات پیش کیں ان کے اندر بھی نفس مطمئنہ کا اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا بیان ہوا ہے جسے مرزا نے آسمان پر اٹھایا جانا بتایا ہے، اب ہمارا سوال مرزائی جماعت سے ہے کہ اللہ کی طرف اٹھائے جانے کا مطلب آسمان پر اٹھایا جانا کیسے؟ کیا مرزا کا خدا صرف آسمان میں ہے؟

دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھایا جانا استعارہ ہے آسمان پر لے جائے جانے کا ورنہ اللہ تو ہر جگہ موجود ہے، جیسے سورۃ الملک کی آیت نمبر 16 ہے: ﴿ء امنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا هی تمور......﴾ اس کا ترجمہ مرزائی خلیفہ مرزا محمود نے یوں کیا: ’’کیا تم آسمان میں رہنے والی ہستی سے اس بات میں امن میں آگئے ہو کہ وہ تم کو دنیا میں ذلیل کردے۔‘‘ (تفسیر صغیر ص 760)

کیا کوئی مرزائی بتائے گا کہ یہ آسمان میں رہنے والی ہستی سے کون مراد ہے؟

جواب نمبر 2......مرزا قادیانی نے اپنی ایک پیش گوئی یوں لکھی:

’’میری ہی ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی، وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کرے گا اور وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور ان کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔‘‘ (ازالہ اوہام حصہ اول، رخ 3 صفحہ 180)

سردست ہمیں مرزا قادیانی کی اس پیش گوئی پر تبصرہ نہیں کرنا، ہم صرف اس تحریر کے آخری الفاظ کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں جو مرزا نے عربی میں لکھے: ’’کان اللہ نزل من السماء‘‘ جن کا ترجمہ ہے: ’’گویا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے اتر آیا‘‘، یہاں مرزا اپنی اولاد میں سے کسی کو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کے ساتھ تشبیہ دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ جب وہ آئے گا تو ایسا ہوگا ’’گویا کہ اللہ خود آسمان سے اتر آیا‘‘، اب سوال یہ ہے کہ کیا اللہ آسمان میں رہتا ہے؟

شبہ نمبر 13

حضرت عیسیٰؑ اور آنے والے مسیح کا حلیہ الگ الگ بیان ہوا ہے

جماعت مرزائیہ کی طرف سے ایک شبہ یہ اچھالا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُن عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جن کے ساتھ آپ کی شب معراج میں ملاقات ہوئی تھی تو ان کا حلیہ بیان فرماتے ہوئے رنگ ’’سُرخ‘‘ بتایا، اور جب اُن آنے والے مسیح کا ذکر کیا جن کے ہاتھ سے دجّال نے قتل ہونا ہے تو رنگ ’’گندمی‘‘ بتایا، لہٰذا ثابت ہوا کہ پہلے مسیح علیہ السلام اور تھے اور آنے والا مسیح کوئی اور ہے۔

شبہ کا ازالہ

سب سے پہلے ہم ان احادیث پر نظر ڈالتے ہیں جن کے اندر واقعہ معراج کا ذکر ہے اور پھر جن کے اندر آنے والے مسیح (علیہ السلام) کا ذکر ہے۔

حدیث نمبر 1

(واقعہ اسراء ومعراج کے بارے میں)

’’حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لقیتُ لیلة أسري بي موسیٰ رجلاً آدم طوالاً جعداً کأنه من رجال شنوءة، ورأیتُ عیسیٰ رجلاً مربوعاً، مربوع الخلق الی الحُمرة والبیاض، سبط الرأس...... الی آخر الحدیث۔ اسراء کی رات میری ملاقات موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ ہوئی، اُن کا رنگ گندمی، قد لمبا، گھونگریالے بال والے تھے جیسے (یمن کے) قبیلہ شنوءہ کے لوگ، اور میں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو دیکھا وہ درمیانہ قد، سرخ وسفید رنگت اور سیدھے بالوں والے تھے۔(صحیح البخاری: حدیث نمبر3239)

حدیث نمبر 2

(اس میں بھی اسراء ومعراج کا بیان ہے)

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیلة أسري بي رأیتُ موسیٰ، واذا هو رجلٌ ضَربٌ رَجِلٌ، کأنه من رجال شنوءة، ورأیتُ عیسیٰ فاذا هو رُجُلٌ رَبعَةٌ أحمرُ...... الی آخر الحدیث'' اسراء کی رات میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ دبلے پتلے اور سیدھے بالوں تھے، اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ درمیانہ قد اور سرخ رنگ والے تھے۔(صحیح البخاری: حدیث نمبر3394 باب قول الله تعالیٰ وهل أتاک حدیث موسیٰ)

حدیث نمبر 3

(یہ بھی واقعہ معراج کے متعلق ہے)

''حضرت (عبداللہ) بن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رأیتُ عیسیٰ و موسیٰ و ابراهیم، فأما عیسیٰ فأحمر جعد عریض الصدر، وأما موسیٰ فآدم جسیم سبط کأنه من رجال الزُّط'' میں نے حضرات عیسیٰ، موسیٰ اور ابراہیم (علیہم السلام) کو دیکھا، پس عیسیٰ (علیہ السلام) کا رنگ سرخ، بال گھنگھریالے اور سینہ چوڑا ہے، لیکن موسیٰ (علیہ السلام) کا رنگ گندمی، موٹا بدن اور سیدھے بالوں والے جیسے ''زُطّ'' یعنی جاٹ لوگ ہوتے ہیں (زُطّ سوڈان کی لمبے قد والی ایک قوم کو بھی کہا جاتا ہے)۔(صحیح البخاری: حدیث نمبر3438)

اب غور فرمائیں! پہلی حدیث شریف کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام گھنگھریالے بالوں والے اور عیسیٰ علیہ السلام سیدھے بالوں والے اور دوسری حدیث شریف میں موسیٰ علیہ السلام سیدھے بالوں والے، اسی طرح دوسری حدیث کے مطابق موسیٰ علیہ السلام سیدھے بالوں والے اور دبلے پتلے جیسے شنوءہ کے لوگ اور تیسری حدیث کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھنگھریالے بالوں والے، اور اسی تیسری حدیث کے مطابق موسیٰ علیہ السلام ''جسیم'' یعنی موٹے بدن (زیادہ گوشت) والے جیسے جاٹ ہوتے ہیں۔ اسی طرح پہلی حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ ''سرخ وسفید'' جبکہ دوسری اور تیسری حدیث میں آپ کا رنگ صرف ''سرخ'' بیان ہوا ہے۔

یاد رہے! تینوں احادیث واقعہ معراج سے متعلق ہیں، تو کیا ان تینوں احادیث کی بناء پر یہ کہنا ٹھیک ہوگا کہ معراج کی رات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات دو موسیٰ علیہ السلام اور دو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوئی تھی؟ ایک موسیٰ علیہ السلام سیدھے بالوں والے تھے اور دوسرے گھنگریالے بالوں والے، ایک نحیف جسم والے تھے اور دوسرے جسیم اور موٹے، اسی طرح ایک عیسیٰ علیہ السلام سیدھے بالوں والے اور سُرخ وسفید رنگت والے تھے اور دوسرے عیسیٰ علیہ السلام صرف سرخ رنگ والے اور گھنگھریالے بالوں والے؟ ایسا ہرگز نہیں، حقیقت میں نہ موسیٰ علیہ السلام کے حلیہ میں اختلاف ہے اور نہ عیسیٰ علیہ السلام کے، اس کی وضاحت آگے کریں گے، پہلے چند مزید احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں:

حدیث نمبر 4

(اس میں آنحضرت a کے ایک خواب کا ذکر)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وأراني الليلة عند الكعبة في المنام، فاذا رجل آدم، کأحسن ما یُریٰ من أدم الرجال تضرب لِمَّتُه بین منکبیه رَجِل الشعر، یقطر رأسه ماءً، واضعاً یدیه علی مَنکِبَي رجلین وهو یطوف بالبیت، فقلتُ من هذا؟ فقالوا: هذا المسیح ابنُ مریم، ثُمّ رأیتُ رجلاً وراءه جعداً قططاً أعور العین الیُمنیٰ، کأشبه من رأیتُ بابن قَطَنٍ واضعاً یدیه علیٰ منکبي رجل یطوف بالبیت، فقلتُ من هذا؟ قالوا: المسیح الدجّال'' میں کعبہ کے پاس (سویا تھا) کہ خواب میں ایک گندمی رنگ کا خوبصورت ترین آدمی دیکھا جس کے لمبے سیدھے بال اس کے کندھوں کے درمیانی حصہ کو چھو رہے تھے، سَر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو (لوگوں) نے کہا: یہ مریم کے بیٹے مسیح (علیہ السلام) ہیں، پھر میں نے اُن کے پیچھے ایک اور آدمی دیکھا جس کے بال بہت زیادہ گھنگریالے تھے، دائیں آنکھ سے اندھا تھا ابن قطن (یعنی عبدالعزیٰ بن قطن) کی طرح دکھتا تھا، وہ بھی ایک آدمی کے کندھوں پر ہاتھ رکھے بیت اللہ کے گرد چکر لگا رہا تھا، پس میں نے کہا: یہ کون ہے؟، انہوں نے کہا: یہ مسیح دجّال ہے۔(صحیح البخاری: حدیث نمبر3440)

اس حدیث شریف میں نبی کریم a نے اپنے ایک خواب کا ذکر فرمایا اور اس میں نظر آنے والے مسیح بن مریم (علیہ السلام) کا حلیہ بیان فرماتے ہوئے گندمی رنگ والے حسین ترین اور اُن کے سیدھے بال ذکر فرمائے جو کندھوں کے درمیان تک لمبے تھے۔ اب یہ احادیث ملاحظہ فرمائیں۔ (جاری ہے)

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	صفحات	رعائتی قیمت
1	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	1129	350
2	رئیس قادیان	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	672	200
3	ائمہ تلبیس	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	752	200
4	تحفہ قادیانیت (چھ جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	3240	1000
5	فتاوی ختم نبوت (تین جلدیں)	مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ	1644	1000
6	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 1	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	480	200
7	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 2	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	528	200
8	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 3	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	572	200
9	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 4	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	544	200
10	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 5	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	528	200
11	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 6	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	552	200
12	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 7	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	440	200
13	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 8	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل		200
14	قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ (5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	2952	800
15	قادیانی شبہات کے جوابات (کامل)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	688	300
16	چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ (تین جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1672	500
17	آئینہ قادیانیت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	216	100
18	ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	192	100
19	تذکرہ حکیم العصرؒ (مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	376	100
20	لولاک کا خواجہ خواجگانؒ نمبر	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان	1008	300
21	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے	جناب محمد متین خالد صاحب	296	100
22	مشاہیر کے خطبات ختم نبوت	جناب صلاح الدین بی، اے ٹیکسلا	312	100
23	قادیانی تفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ	ڈاکٹر محمد عمران	352	200

نوٹ:...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطہ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں۔

ملنے کا پتہ: مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان فون: 061-4583486